مجھے ہے حکمِ اذاں

اہم مذاہب میں خدا کا تصوّر

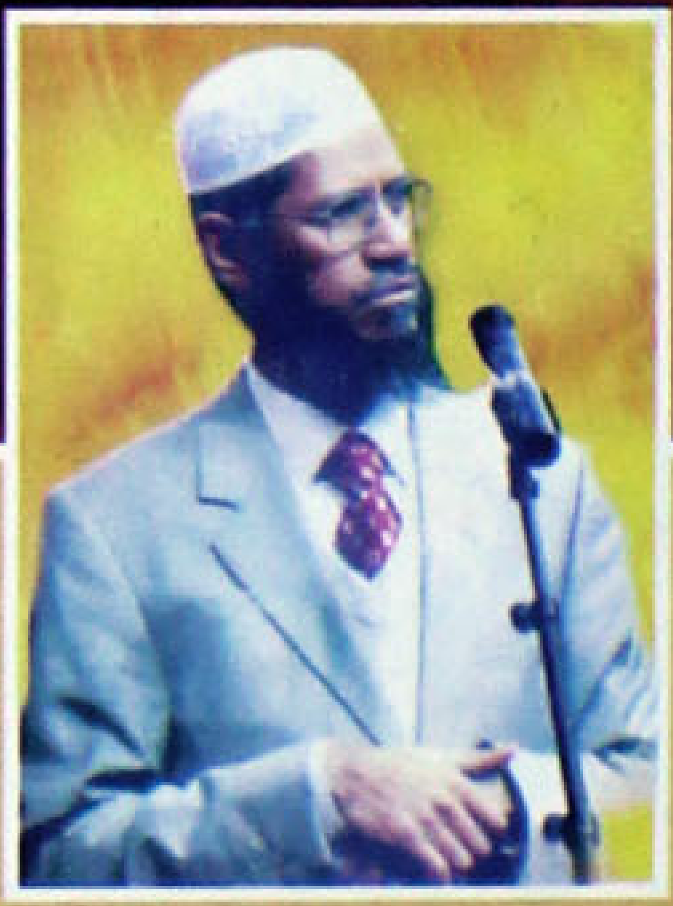

ڈاکٹر ذاکر نائیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے ہے حکم اذاں

ڈاکٹر ذاکر نائیک

نوٹ : ہماری قارئین سے درخواست ہے کہ تمام تر کوشش (اچھی پروف ریڈنگ و معیاری پرنٹنگ) کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظی غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو تو ہمیں مطلع کریں تا کہ آئندہ اشاعت میں اس خامی یا غلطی کو دور کیا جائے۔ شکریہ!

مجھے ہے حکمِ اذاں

اہم مذاہب میں خدا کا تصوّر

ڈاکٹر ذاکر نائیک

ترجمہ

عطا تراب

رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مجھے ہیں حکمِ آذاں
مصنف	:	ڈاکٹر ذاکر نائیک
مترجم		عطا تراب
کمپوزنگ	:	میٹرکس کمپوزرز
موسم اشاعت	:	اگست 2009
تعداد	:	1000
مطبع	:	فیض السلام پرنٹرز

Rs. 140.00

رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی **Ph: 051-5551519**

[illegible] / اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی فون 051-5531610

معیاری اور خوبصورت کتاب چھپوانے کیلئے رابطہ کریں: زاہد الرحمٰن (051-5551519)

انتساب

بنامِ خدا

وہ ایک ہو کے بھی ہم سے گنا نہیں جاتا
وہ ایک ہو کے بھی آگے عدد نہیں رکھتا

گر وہ بے قید کسی طور مقیّد ہوتا
تو خدا پیکرِ انساں میں محمدؐ ہوتا

مُجھے ہے حُکمِ اذاں

عرض مترجم 09

تمہید 11

اہم عالمی مذاہب کی درجہ بندی 13

ہندومت میں خدا کا تصور 16

سکھ مذہب میں خدا کا تصور 26

زرتشتی مذہب میں خدا کا تصور 30

یہودیت میں خدا کا تصور 33

عیسائیت میں خدا کا تصور 35

اسلام میں خدا کا تصور 40

توحید 55

شرک 61

تتمہ 64

بزمِ سوال و جواب 66

1۔کیا تثلیث توحید سے ہم آہنگ ہے؟ 66

2۔کیا خدا انسانی روپ دھار سکتا ہے؟ 69

3۔تمام مذاہب برحق ہیں تو جس پر عمل کریں ایک ہی بات نہیں؟ 69

4۔کیا خدا کو رام اور جیسس کہہ کر پکارنا غلط ہے؟ 80

5۔نظریہ ارتقاء کے تناظر میں خدا کہاں فِٹ بیٹھتا ہے؟ 84

6۔کائنات بنانے سے خدا کی قدرت میں کیا کمی واقع ہوئی؟ 86

7۔جب آپ بیمار ہوں تو مسجد کے بجائے ہسپتال کیوں جاتے ہیں؟ 87
8۔پانی ٹھوس، مائع اور گیس میں ایک ہی ہو سکتا ہے تو خدا باپ، بیٹا اور روح القدس میں ایک کیوں نہیں ہو سکتا؟ 88
9۔کیا لفظِ "اللہ" قرآن کے علاوہ کسی اور آسمانی کتاب میں مذکور ہے؟ 90
10۔آپ کہتے ہیں: حضرت عیسیٰؑ نے کہیں خدائی کا دعویٰ نہیں کیا جبکہ حضرت عیسیٰؑ بائبل میں کہتے ہیں: میں اور باپ ایک ہیں؟ 92
11۔اگر نابالغ ذہن ابتدا میں ارتکاز کے لیے بتوں کی طرف متوجہ ہو تو کیا برائی ہے؟ ... 97
12۔جب سب ایک خدا کو مانتے ہیں تو لڑتے کیوں ہیں؟ 100
13۔ہندو آنکھ، عیسائی گردہ اور پارسی دل لگا مسلم مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ 104
14۔خدا ہر جگہ ہے تو کیا آگ، پانی، چاند اور سورج میں نہیں؟ 105
15۔کیا خدا کی کوئی صورت نہیں جبکہ قرآن و حدیث میں تو ہے؟ 106
16۔خدا صنف سے ماوراء ہے تو آپ ھُوَ (He) سے کیوں پکارتے ہیں؟ 107
17۔بائبل میں حضرت عیسیٰؑ نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے؟ 109

عرضِ مترجم

اعتدالِ معانی از من پرس
کہ مزاجِ سخن شناختہ ام
(اعتدالِ معانی مجھ سے پوچھ۔ کہ مزاجِ سخن سے واقف ہوں)

یہ شعر میرا ہے نہ یہ دعویٰ۔ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان و ادب کا طالب علم ہونے کے ناتے میں لفظ و معنیٰ کے بیچ تعلق اور زبان و بیان کی نزاکتوں اور لطافتوں سے کسی حد تک آگاہ ہوں۔ اس پر مستزاد یہ کہ علومِ عقلی و نقلی کے چمنستاں کا خوشہ چیں ہونے کی حیثیت سے اصطلاحات کی لفظی اور معنوی رعایتوں کی اہمیت سے بھی واقف ہوں۔ لہٰذا درایں صورت کسی بھی علمی مواد کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل مجھ سے قدرے بیشتر توجہ اور دقت کا متقاضی ہے۔

انہی تقاضوں کو نبھانے کی خاطر خاکسار نے دقتِ نظر سے کام لیتے ہوئے اس ترجمے کو نقائص اور خامیوں سے پاک رکھنے کی ہر ممکن سعی کی ہے لیکن خطا اور نسیان انسان کی ترکیب میں شامل ہے اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ کسی سرزد کوتاہی سے صرفِ نظر نہ فرمایئے گا بلکہ آگاہ فرما کر کتاب کے آئندہ ایڈیشن کی بہتری میں اپنی معاونت سے سرفراز فرمایئے کہ یہ شعر بھی میرا نہیں ہے نہ یہ دعویٰ

یہ جو آبِ زر سے رقم ہوئی ہے یہ داستان بھی مستند
وہ جو خونِ دل سے لکھا گیا ہے وہ حاشیہ بھی تو دیکھتے

یہ ضروری نہیں کہ ہر صاحبُ الرائے صائبُ الرائے بھی ہو لیکن اس کی رائے کا احترام اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ مسئلے کے گونا گوں پہلوؤں کی تفہیم اور صحیح رائے کی تشکیل میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ پس خاکسار کا فاضل مصنف اور حواشی میں مذکور آراء سے اتفاق کرنا ضروری نہیں، احترام کرنا ضروری ہے۔

رَدِ سخن کے باب میں دو چند چاہیے
لازم جو احتیاط قبولِ سخن میں ہے

آخر میں کمپوزنگ، ٹائٹل، پہلے ایڈیشن کی پروف ریڈنگ اور پبلشنگ کے لیے بالترتیب ندیم صدیقی، مجتبےٰ حیدر، عاصم عثمانی اور ارشد ملک کا تہِ دل سے شکرگزار ہوں۔

طالب علم وحق
عطا تراب
ATATURAB@YAHOO.COM

مجھے ہے حکمِ اذاں

تمہید

متعدد مذاہب اور نظام ہائے اخلاق کا وجود ہماری تہذیب کا امتیازی وصف ہے۔ انسان ہمیشہ اس کوشش میں رہا ہے کہ تخلیق کے سبب، اس کی غرض و غایت اور نظامِ ہستی میں اپنے مقام کی معرفت حاصل کر سکے۔

ممتاز تاریخ داں آرنلڈ ٹائن بی (Arnold Toynbee) جس نے دقتِ نظر کے ساتھ انسانی تاریخ کا عہد بہ عہد مطالعہ کیا اور دس جلدوں پر مشتمل اپنے مشاہدات کو سپردِ قلم کر کے شاندار کارنامہ سرانجام دیا، کی ساری تحقیق کا ماحصل اور لب لباب یہ ہے کہ مذہب کو طولِ تاریخ میں مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ وہ 24 اکتوبر 1954ء کے "دی آبزرور" (The Observer) میں شائع اپنے مضمون میں کہتا ہے: "میں اس یقین پر باقی ہوں کہ کائنات کے معمے کا حل اور قفلِ ہستی کی کلید مذہب کے ہاتھ ہے۔"

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق مذہب سے مراد ہے: "ایک مافوق البشر ذی اقتدار طاقت پر ایمان بالاخص ایک شخصی خدا یا خداؤں (دیوی دیوتا) پر اعتقاد جو عبادت اور اطاعت

---

1. معروف مؤرخ پروفیسر آرنلڈ ٹائن بی 14 اپریل 1889ء کو پیدا ہوئے۔ وِن چسٹر (Winchester College) اور بلائل کالج (Balliol College) آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کی۔ بلائل کالج میں تدریس کے بعد کنگز کالج لندن میں جدید یونان اور بازنطینیوں کی تاریخ کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ پہلی جنگِ عظیم کے سلسلے میں 1919ء میں پیرس کی امن کانفرنس کے وفد میں شامل ہوئے اور "Survey of International Affairs" کے معاون مدیر بھی رہے۔ ان کا علمی شاہکار "A Study of History" متعدد جلدوں پر مشتمل ہے۔ جو 1934 سے 1961ء کے دوران ستائیس سال کی مدت میں مکمل ہوا۔ وہ 22 اکتوبر 1975 کو اس جہانِ فانی سے چل بسے۔

کے سزاوار ہوں۔"

تمام بڑے مذاہب میں ایک قدر مشترک ایک ایسے رب العالمین یا برترین آسمانی اور مقدس قوت پر ایمان ہے جسے ہر شئے پر قدرت اور ظاہر و باطن کا علم حاصل ہو۔ تمام بڑے مذاہب کے پیروکاروں کا عقیدہ ہے کہ جس خدا کی وہ پرستش کرتے ہیں وہی سب کا خدا ہے۔

مارکسزم، فرائڈازم اور دوسرے غیر مذہبی نظریات نے ہر باقاعدہ مذہب کی بیخ کنی کی کوشش کی مگر بتدریج ان نظریات نے بذاتِ خود مذہبی عقائد کا سا روپ دھار لیا۔ مثال کے طور پر کمیونزم کا دنیا کے متعدد ممالک میں پرچار، اسی گرمجوشی، وابستگی اور احساسِ ذمہ داری سے کیا گیا جس طرح مذہبی تبلیغ اور نشر و اشاعت کی جاتی ہے۔ لہٰذا مذہب انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔

قرآن مجید سورۂ آل عمران آیت نمبر 64 میں فرماتا ہے:

قل یاهل الکتب تعالوا الی کلمة سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللّٰہ و لا نشرک به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ ط فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون o

[سورۃ آل عمران، آیت 64]

"کہہ دیجئے! اے اہلِ کتاب اس کلمے کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں پس اگر نہ مانیں تو کہہ دیجئے گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں۔"[1]

مختلف مذاہب کا مطالعہ میرے لیے انتہائی سودمند رہا ہے اور یہ ایمان مزید مستحکم ہوا ہے کہ اللہ سبحانہ نے ہر انسانی روح کو اپنے وجود کے کچھ نہ کچھ شعور اور آگہی کے ساتھ خلق فرمایا ہے اور انسان کا نفسیاتی مزاج ایسا ہے کہ وہ خالق کے وجود کو قبول کرتا ہے۔ مگر یہ کہ وہ برعکس رائے رکھنے پر مجبور ہو۔ بعبارتِ دیگر خدا پر ایمان مطلقاً غیر مشروط اور اختیاری ہے جبکہ خدا کا انکار مشروط ہے۔

---

1. اس آیت میں مذکور تین نکات یعنی (1) صرف اللہ کی عبادت کرنا۔ (2) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ (3) اور کسی کو ربوبیت کا مقام نہ دینا۔ وہ کلمہء سواء ہے جس پر اہل کتاب کو اتحاد کی دعوت دی گئی ہے۔ لہٰذا اس امت کے شیرازے کو جمع کرنے کے لیے بھی ان ہی تینوں نکات اور اس کلمہء سواء کو بدرجہء اولیٰ اساس اور بنیاد بنانا چاہیے۔

اہم عالمی مذاہب کی درجہ بندی

کلی طور پر مذاہب عالم کو سامی اور غیر سامی مذاہب میں اور پھر غیر سامی مذاہب کو آریائی اور غیر آریائی مذاہب میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

سامی مذاہب

سامی نسل کے لوگوں میں ظہور پذیر ہونے والے مذاہب کو سامی مذاہب کہا جاتا ہے۔ بائبل کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام[1] کے ایک بیٹے کا نام سام تھا جس کی نسل کو سامی کہا جاتا ہے لہٰذا سامی مذاہب سے مراد یہودیوں، عربوں، آشوریوں اور فونیشیوں[2] وغیرہ میں نازل ہونے والے مذاہب ہیں۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام اہم سامی مذاہب ہیں۔ یہ سب پیغمبرانہ مذاہب ہیں جو خدا کے پیغمبروں کی وساطت الٰہی ہدایت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

غیر سامی مذاہب

غیر سامی مذاہب کو مزید ذیلی اقسام آریائی اور غیر آریائی میں تقسیم کیا گیا ہے۔

---

1. تورات کے بقول حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام، حام اور یافث۔ کتاب پیدائش کے چھٹے باب کی دسویں آیت اور اسی کتاب کے نویں باب کی اٹھارویں آیت میں ان کے یہ نام مذکور ہیں۔
2. بحیرۂ روم کے جنوب مشرقی ساحل کے قدیم باشندے جنھوں نے رسم الخط ایجاد کیا...... اردو میں "فونیقی" بھی لکھا گیا ہے۔

آریائی مذاہب

آریائی مذاہب سے مراد آریائی اقوام میں ظہور پذیر ہونے والے مذاہب ہیں۔ آریا ان طاقتور، قبیلوں کو کہا جاتا ہے جو ہند یورپی زبانیں بولتے تھے اور دوسری ہزاری قبل مسیح کے پہلے نصف (2000 تا 1500 قبل مسیح) میں ایران اور شمالی ہندوستان سے ہوتے ہوئے مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے۔

آریائی مذاہب کو مزید ویدک اور غیر ویدک کی ذیلی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ویدک مذہب کو[1] ہندومت یا برہمنیت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور غیر ویدک میں سکھ مذہب، بدھ مت اور جین مت وغیرہ شامل ہیں۔ تقریباً تمام آریائی مذاہب غیر پیغمبرانہ مذاہب ہیں۔ آتش پرستی (زرتشتی مذہب) ایک آریائی غیر ویدک مذہب ہے جو ہندومت سے کوئی ربط نہیں رکھتا اور پیغمبرانہ مذہب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

غیر آریائی مذاہب

غیر آریائی مذاہب کا آغاز مختلف علاقوں میں ہوا۔ کنفیوشس[1] مت اور تاؤ مت چین میں جبکہ شنٹو مت جاپان میں ظہور پذیر ہوا۔ بہت سے غیر آریائی مذاہب میں خدا کا تصور موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے لیے مذاہب کے بجائے نظام ہائے اخلاق کی تعبیر زیادہ موزوں ہے۔

---

1. ہندو دانشوروں کے بقول ہندومت کو ہندومت کے غلط نام کے بجائے سناتن دھرم (قدیم مذہب) یا ویدک دھرم (ویدوں کا مذہب) کہنا چاہیے۔

2. ''کنگ فوزی'' فارسی تلفظ ہے، صحیح چینی تلفظ ''کونگ۔فو۔سی'' ہے۔ ایرانیوں نے اسے زیادہ صحت کے ساتھ نقل کیا ہے، یعنی صرف اتنی تبدیلی کی کہ ''فوسی'' کو ''فوزی'' کر دیا۔ لیکن یورپ کی زبانوں نے اسے یک قلم مسخ کر کے کنفوشس (Confucius) بنا دیا اور اس کی آواز اصل آواز سے اس درجہ مختلف ہوگئی کہ ایک چینی سن کر حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کس چیز کا نام ہے اور کس ملک کی بولی ہے۔ (ترجمان القرآن) تاہم فرہنگ فارسی (دکتر محمد معین) کے مطابق فارسی تلفظ کنفوسیوس ہے جو فرانسیسی سے فارسی میں درآمد کیا گیا ہے۔

مذاہب کی رُو سے خدا کی مستند ترین تعریف

کسی بھی مذہب میں خدا کے اپنائے گئے تصور کو محض اس کے پیروکاروں کے طرزِ عمل سے متعین نہیں کیا جا سکتا۔ عام طور پر مذاہب کے پیروکار اپنے مذہبی صحیفوں میں موجود خدا کے تصور سے نابلد ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی بھی مذہب میں خدا کے تصور کے تعین کے لیے اس مذہب کے مقدس صحیفوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

آیئے اب دنیا کے اہم مذاہب کے مقدس صحیفوں میں خدا کے تصور کا تجزیہ کرتے ہیں۔

ہندومت میں خدا کا تصور

آریائی مذاہب میں مقبول ترین مذہب ہندومت ہے۔ "ہندو" حقیقت میں ایک فارسی لفظ ہے جو وادی سندھ سے آگے واقع خطے کے باشندوں کے لیے بولا جاتا ہے تاہم عام طور پر "ہندومت" ایک رنگارنگ مجموعہء عقائد کے لیے ایک عمومی اصطلاح کے طور پر رائج ہے۔ ان عقائد میں سے بیشتر کی بنیاد مقدس وید، اپنشد اور گیتا پر ہے۔

ہندومت میں خدا کا عمومی تصور

بالعموم ہندومت کو ایک کثرت پرست مذہب سمجھا جاتا ہے یقیناً بہت سے ہندو متعدد دیوی دیوتاؤں پر اعتقاد سے اس تصور کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔ بعض ہندو تین دیوتاؤں کا نظام جبکہ بعض ہندو درحقیقت 33 کروڑ دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔ تاہم پڑھے لکھے ہندو جو اپنے مذہبی صحیفوں سے آگاہ ہیں' مصر ہیں کہ ایک ہندو کو صرف اور صرف ایک خدا کو ماننا اور اسی کی پوجا کرنی چاہیے۔

خدا کے تصور کی بابت ہندوؤں اور مسلمانوں میں اہم فرق ہندوؤں کا 'ہمہ اوست' یا 'کائنات پرستی' کا نظریہ ہے۔ اس نظریے کے مطابق ہر چیز چاہے جاندار ہو یا بے جان' مقدس اور متبرک ہے۔ اسی لیے ہندو درختوں' سورج' چاند اور جانوروں یہاں تک کہ انسانوں کو خدا کا مظہر گردانتے ہیں۔ عام ہندو کے لیے ہر چیز خدا ہے۔

اس کے برعکس اسلام انسان کو متنبہ کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے ماحول کی ہر شئے کو

مظہرِ خدا سمجھنے کے بجائے خدا کی تخلیق کا نمونہ سمجھے۔ بنابریں مسلمان ہر چیز کو خدا کی ملکیت سمجھتے ہیں یعنی ہر چیز خدا ہے کے بجائے ہر چیز خدا کی ہے۔ درخت' سورج' چاند' غرض کائنات کی ہر شے کا مضاف الیہ خدا ہے اور وہ ہی اس کا مالک ہے۔ پس ہندو اور مسلم عقیدے میں ایک اساسی فرق 'اضافت' کا ہے۔ ہندو کہتے ہیں ہر چیز خدا ہے۔ مسلم کہتے ہیں ہر چیز خدا کی ہے۔ اگر ہندو اور مسلم اس اضافت کے اختلاف کو حل کر لیں تو توحید میں دونوں ایک ہو سکتے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

قل یآھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیا

"آؤ ایسے کلمے کی طرف جو تم میں اور ہم میں مشترک ہے۔"

[سورۂ آل عمران 3، آیت 64]

تو پہلی مشترک بات یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

آیئے اب ہندو اور مسلم مذہبی کتب کا تجزیہ کرتے ہوئے مشترکات کو دریافت کریں۔

بھگوت گیتا[1]

ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں میں سے بھگوت گیتا خصوصی شہرت کی حامل کتاب ہے۔ گیتا کا درج ذیل اشلوک ملاحظہ فرمایئے:

"جن کی عقل مادی خواہشات سلب کر لیتی ہیں وہ نیم دیوتاؤں (اوتاروں اور زبردست) انسانوں کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق پوجا پاٹ کے طور طریقے اور اصول اپناتے ہیں۔"

[بھگوت گیتا' باب 7 اشلوک 20]

1. بھگوت گیتا یعنی کلام ربانی مراد ہندوؤں کی مشہور آسمانی کتاب جس میں سری کرشن اور ارجن کی بحث درج ہے۔ واضح رہے کہ اس کے علاوہ رام گیتا اور پانڈو گیتا وغیرہ بھی ہیں مگر ان سب پر بھگوت گیتا کو فوقیت حاصل ہے۔

گیتا ایسے لوگوں کا ذکر کر رہی ہے جو مادہ پرستی کی بناء پر حقیقی خدا کو چھوڑ کر غیر حقیقی خداؤں اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔

گیتا میں ایک اور مقام پر لکھا ہے:

''وہ بھگوان پیدا ہی نہیں ہوا وہ اَمر ہے اور وہ ساری کائنات کا مالک ہے۔''

[بھگوت گیتا، باب 10، اشلوک 3]

اُپنشد[1]

اپنشد بھی ہندوؤں کے مقدس منابع میں شمار ہوتے ہیں۔ اُپنشدوں میں سے چند اشلوک ملاحظہ فرمایئے:

1۔ ''وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔''

[چھندوگیا اُپنشد باب 6، حصہ 2، اشلوک 1]

قرآن کریم بھی یہی پیغام دیتا ہے:

قل هو الله احد

''کہہ دیجئے: وہ اللہ ایک اور یکتا ہے۔''

[سورہ اخلاص، آیت 1]

2۔ ''اس کے ماں باپ ہیں نہ کوئی مالک اور آقا''[2]

[شویت شوترا اُپنشد، باب 6، اشلوک 9، حصہ دوم صفحہ 362]

جیسا کہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

---

1. اپنشد کے لغوی معانی قریب بیٹھنا، پوشیدہ علوم سیکھنا اور تصوف ہیں۔ مراد ہندوؤں کی مذہبی کتابیں۔ تاریخی ترتیب میں وید اپنشد سے پہلے ہیں ان کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔ ان میں سے شویتا شوتر، کٹھ اور چھاندوگیہ وغیرہ مشہور ہیں۔
2. حوالے کے لیے اپنشد کا رادھا کرشن کا انگریزی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

لم یلد ولم یولد

''اس نے کسی کو جنا نہ وہ خود کسی سے جنا گیا۔''

[سورۃ اخلاص، آیت 3]

3۔ ''اس کی کوئی نظیر نہیں۔''

[سویت سوترا اُپنشد باب 19:4]

4۔ ''اس کی کوئی مثال نہیں جس کا نام عظمت اور شان وشوکت والا ہے۔''

[پرنسپل اپنشد از رادھا کرشنن، صفحات 736-737]

[مشرق کی مذہبی کتابیں، جلد 15، دی اپنشد، حصہ 2، صفحہ 253]

اب مندرجہ بالا اشلوکوں کا درج ذیل قرآنی آیات کے ساتھ موازنہ کیجئے:

ولم یکن له کفوا احد

''اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔''

[سورۂ اخلاص آیت نمبر 4]

لیس کمثله شئی

''اس جیسی کوئی شے نہیں۔''

[سورۂ شوریٰ آیت نمبر 11]

اُپنشد کے درج ذیل اشلوک اس امر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انسان خدا کی ماہیت اور چگونگی کا تصور کرنے سے عاجز ہے۔

''اس کی صورت نظر نہیں آتی کوئی اسے آنکھ سے نہیں دیکھتا۔ جو دل ودماغ کے ذریعے اپنے اندر اس کی سرمدیت کو پالیتے ہیں اَمر ہو جاتے ہیں۔

[شویت شوترا، باب 4، اشلوک 20]

قرآن کریم درج ذیل آیت میں اسی رُخ کی نقاب کشائی یوں فرماتا ہے:

لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر
''نگاہیں اسے پا نہیں سکتیں جبکہ وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین بڑا باخبر ہے۔''[1]
[سورۂ انعام، آیت 103]

ہے وہ ایک معمہ ہے بجھائی نہیں دیتا
جو دیکھتا رہتا ہے دکھائی نہیں دیتا

وید[2]

ہندومت کی مذہبی کتابوں میں سے وید سب سے زیادہ مقدس سمجھے جاتے ہیں۔
اہم وید چار ہیں۔

1۔رگ وید 2۔یجروید 3۔سام وید 4۔اتھروید

---

1. رویت خدا (خدا کے دیدار) کے مسئلے میں اختلاف آراء سے آگاہی بے جا نہ ہوگی۔اس کے بارے میں دو آراء ہیں۔
(i) انسان کی آنکھیں اللہ کی حقیقت کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتیں اور اگر اس سے مراد رویت بصری ہو تو اس کا تعلق دنیا سے ہوگا یعنی دنیا کی آنکھ سے کوئی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا۔تاہم یہ صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ قیامت والے دن اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور جنت میں بھی اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔اس لیے معتزلہ اور امامیہ کا اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا، دنیا میں اور آخرت میں، صحیح نہیں کیونکہ اس نفی کا تعلق صرف دنیا سے ہے اسی لیے حضرت عائشہؓ بھی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتی تھیں: جس شخص نے بھی یہ دعویٰ کیا کہ نبیؐ نے (شب معراج) اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے، اس نے قطعاً جھوٹ بولا ہے۔(صحیح بخاری، تفسیر سورۂ انعام) کیونکہ اس آیت کی رُو سے پیغمبرؐ سمیت کوئی بھی اللہ کو دیکھنے پر قادر نہیں ہے۔البتہ آخرت کی زندگی میں یہ دیدار ممکن ہوگا جیسے دوسرے مقام پر قرآن نے اس کا اثبات فرمایا ہے۔(وجوہ یومئذ ناضرۃ ○ الی ربھا ناظرۃ ○) سورہ قیامۃ ''کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ○ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے ○''
(ii) آیت نے صاف الفاظ میں فرمایا۔''نگاہیں اللہ کا ادراک نہیں کرسکتیں۔حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: ''آنکھیں صرف ان چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں جو رنگ اور کیفیت پر مشتمل ہوں۔'' واللہ تعالیٰ خالق الاشیاء والکیفیۃ ۔''اللہ تو رنگوں اور کیفیت کا خالق ہے۔'' البتہ رویت سے قلبی رویت وغیرہ مراد لی جائے تو اس صورت میں رویت ممکن ہوسکتی ہے۔
2. وید کے معنی ہیں الہام، علم وحکمت۔

1۔ یجروید

یجروید سے اشلوک ملاحظہ فرمائیں:

"اس کا کوئی عکس، تمثال نہیں۔"

[یجروید، باب 32، اشلوک 3]

یہی اشلوک مزید بیان کرتا ہے:

"وہ کسی کا زائیدہ (جنا ہوا) نہیں ہے۔ وہ پرستش کے قابل ہے۔"

یجروید میں ایک اور جگہ درج ہے:

"اس کا کوئی عکس کوئی تمثال نہیں۔ اس کی شان بلاشبہ بلند ہے، ہر درخشندہ و تابندہ شئے اسی کے دم سے باقی ہے جیسے سورج وغیرہ۔ وہ مجھے دکھی نہ کرے۔ یہی میری دعا ہے۔ چونکہ وہ نازائیدہ (اَن جنا) ہے اس لیے وہ ہماری پرستش کے لائق ہے۔"

[یجروید از دیوی چند ایم اے صفحہ 377]

ایک اور اشلوک ملاحظہ فرمایئے:

"وہ بے جسم اور منزہ ہے۔"

[یجروید 40:8]

"وہ کامل روشن ہے جو جسم، دماغ، جوڑ، تانا بانا اور جڑیں نہیں رکھتا، ایسا منزہ ہے جس میں شر نفوذ نہیں کر سکتا، وہ وسیع النظر، حکمت والا اور نگہبان ہے۔ وہ قائم بالذات، بمقتضائے عدل اپنے فیصلے جاری کرتا ہے جو لازوال ہے۔"

[یجروید، باب 40، اشلوک 8]

[یجروید سمہتا از رالف ٹی گرفتھ صفحہ 538]

یہ بھی یجروید ہی میں تحریر ہے:

''وہ تاریکی میں ہیں جو فطری[1] مظاہر کی پرستش کرتے ہیں' جیسے ہوا' پانی اور آگ وغیرہ۔ ''سنبھوتی کی پوجا کرنے والے ظلمت کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہیں۔''

سنبھوتی کا مطلب انسان کی بنائی ہوئی چیزیں جیسے میز' کرسی' بُت[2] وغیرہ۔

[یجر وید 40:09]

یجر وید میں ایک دعائیہ عبارت ملاحظہ کیجئے:

''ہمیں نیک رستے کی ہدایت کر اور بُرائی کو دور کر جو ہمیں بھٹکاتی اور آوارہ بناتی ہے۔''[3]

[یجر وید باب 40، اشلوک 16]

2۔ اتھروید

اتھر وید کا اشلوک دیکھیے:

1۔ ''یقیناً خدا عظیم ہے۔''

[اتھر وید، کتاب 20، باب 58، اشلوک 3]

ب۔ ''بے شک' سوریا! تُو عظیم ہے' آدتیا! یقیناً تُو عظیم ہے' چونکہ تُو عظیم ہے اس لیے تیری عظمت قابلِ ستائش ہے۔ خدایا! تُو بلا شک و ریب عظیم ہے۔''

[اتھر وید سمہتا جلد 2 صفحہ 10-9
William Dmight Whitney]

قرآن سورۂ رعد میں ایسا ہی پیغام دیتا ہے:

---

1. ''اسمھوتی'' فطری مظاہر اور ''سمھوتی'' بنائی ہوئی چیزوں کو کہتے ہیں۔

2. مہایان فرقے کے بودھوں نے گوتم بدھ کے مجسمے بنانا شروع کیے اور ان کی پوجا کرنے لگے۔ ایرانیوں نے ''بدھ'' کی مناسبت سے ہر مورتی کو بُت کہنا شروع کر دیا۔

3. سورۃ فاتحہ میں ایسے ہی دعائیہ کلمات درج ہیں: اھدنا الصراط المستقیم o صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم والضالین) ''ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما ان لوگوں کے راستے کی جن پر تُو نے انعام فرمایا، جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔'' [سورۃ فاتحہ، آیت 7-6]

الکبیر المتعال
''وہ بزرگ (بڑا) اور برتر (عظیم) ہے۔''

[سورۂ رعد۔ آیت نمبر 9]

3۔رگ وید

رگ وید قدیم ترین وید ہے۔ یہ بھی ہندوؤں کے ہاں ایک خاص تقدس کی حامل کتاب ہے۔رگ وید بیان کرتا ہے:

1۔ ''عرفاء خدائے واحد کو کئی ناموں سے پکارتے ہیں۔''[1]

[رگ وید، کتاب 1، حمد 164، اشلوک 46]

رگ وید خدائے ذوالجلال کی کم از کم 33 صفات بیان کرتا ہے جن میں سے بیشتر رگ وید کی دوسری کتاب کی پہلی 'حمد' (بھجن) میں مذکور ہیں۔

رگ وید میں مذکور متعدد صفات میں سے قادرِ مطلق خدا کی ایک خوبصورت صفت رگ وید کی دوسری کتاب کی پہلی حمد کے تیسرے اشلوک میں موجود ہے جو کہ ''برہما'' ہے یعنی ''پیدا کرنے والا'' جس کے لیے عربی لفظ ''خالق'' بولا جاتا ہے۔مسلمانوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ خدائے ذوالجلال کو ''خالق''، ''پیدا کرنے والا'' یا ''برہما'' کہہ کر پکارا جائے۔ تاہم مسلمان نہ صرف اس تصور کو کہ ''برہما'' ایسا خدا ہے جس کے (نعوذ باللہ) چار سر ہیں، کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے بلکہ یکسر مسترد کر دیں گے۔اور ویسے بھی خدائے ذوالجلال کو بشری پیکر یا جسم وجسمانیات سے متصف کرنا یجر وید کے درج ذیل اشلوک کی خلاف ورزی ہے۔[2]

''اس کی کوئی صورت کوئی عکس نہیں ہے۔''

[یجر وید، باب 32، اشلوک 3]

---

1. یہی پیغام رگ وید میں ایک اور مقام پر دیا گیا ہے: ''خدا ایک ہے اور علماء اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔'' (رگ وید 5:114:10)

2. خدائے بزرگ و برتر کی تجسیم اپنشد کے مقدم الذکر اشلوک کی بھی خلاف ورزی ہے:

''اس کی کوئی نظیر نہیں۔''

[شویتا شویترا اپنشد: ادھیائے 4:1 اشلوک 19]

رگ وید کی دوسری کتاب کی پہلی حمد (بھجن) کے تیسرے شعر (اشلوک) میں خدا کی ایک اور خوبصورت صفت ''وشنو'' بیان کی گئی ہے جس کا مطلب ہے ''پروردگار'' اور جس کے لیے عربی میں ''رب'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اب بھی مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا کہ اللہ سبحانہ کو ''رب''، ''پروردگار'' یا ''وشنو'' کہہ کر پکارا جائے لیکن ہندوؤں کے مابین ''وشنو'' کا معروف تصور کچھ یوں ہے کہ اس کے چار ہاتھ ہیں جن میں سے ایک دائیں ہاتھ میں ''چکر'' (ایک گول تھالی) ہے اور ایک بائیں ہاتھ میں ناقوس (سنکھ جسے ہندو پوجا کے وقت بجاتے ہیں) ایک پرندے پر سوار یا ایک سانپ پر تکیہ کیے ہوئے ہے۔ مسلمان خدا کا کوئی بھی تصور کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ تصور یجروید کے چالیسویں باب کے آٹھویں شعر (اشلوک) کے بھی خلاف ہے۔[1]

رگ وید کے درج ذیل چند اشلوک قابلِ غور ہیں:

''اے ساتھیو! سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو جو مقدس ایک ہے۔''[2]

[رگ وید، کتاب 8، حمد 1، اشلوک 1]

[رگ وید سمہتا، جلد نہم صفحہ 1، 2 از سوامی ستیا پرکاش سرسوتی اور ستیا کام ودھیالنکر]

''سیانے یوگی اپنے اذہان اور اپنے خیالات کو سب سے بڑی سچائی (حقیقت عظمیٰ یا علت العلل) پر مرکوز رکھتے ہیں جو ہر جگہ حاضر، عظیم اور علیم وخبیر ہے وہ اکیلا ان کے اعمال سے واقف ان کے باشعور اعضاء کو ان کے متعلقہ امور سونپتا ہے بے شک آسمانی آفریدگار (خالق) کا جلال و جمال عظیم ہے۔''

[رگ وید کتاب 5، حمد 81، اشلوک 1]

[رگ وید سمہتا جلد ششم صفحہ 1802, 1803

از سوامی ستیا پرکاش نرائن اور ستیا کم ودھیالنکر]

---

1. اور شویتا شوتر اپنشد کے چوتھے باب کے انیسویں اشلوک کے بھی خلاف ہے۔

2. رگ وید میں ایک اور مقام پر ایسا ہی موعظہ درج ہے: ''صرف ایک بھگوان کی عبادت کرو۔''

[رگ وید کتاب 6:1 ادھیائے 1:46 اشلوک 16]

ہندو ویدانت کا برہما سترا

ہندو ویدانت[1] کا برہما سترا درج ذیل ہے:

''خدا فقط ایک ہے دوسرا نہیں، بالکل نہیں، ہرگز نہیں، ذرہ برابر نہیں۔''

بنابرایں مقدس ہندو کتابوں کے منصفانہ مطالعے کے ذریعے ہی ہندومت میں خدا کے تصور کو سمجھا جاسکتا ہے۔

1. ویدانت، وید اور انت سے مرکب ہے یعنی گیان (علم و حکمت) کی انتہا۔ ویدانت سے مراد اپنشد ہی لیے جاتے تھے لیکن اب فلسفے کے اس نظام کو کہتے ہیں جو اپنشدوں پر بنیاد کرتا ہو۔

سکھ مذہب میں خدا کا تصوّر

سکھ[1] مذہب غیر سامی' آریائی' غیر ویدک مذہب ہے۔ گو یہ دنیا کے بڑے مذاہب میں نہیں آتا لیکن یہ ہندومت کی ایک شاخ ہے جس کی پیوندکاری پندرہویں صدی کے آخر میں بابا گرونانک نے کی۔ اس کا محلِ آغاز پاکستان اور شمال مغربی ہندوستان کا پنجاب کہلانے والا علاقہ ہے جس کا مطلب ہے "پانچ دریاؤں والی سرزمین" گرونانک ایک کھتری[2] ہندو خاندان میں پیدا ہوئے لیکن وہ اسلام اور مسلمانوں سے بہت زیادہ متاثر تھے۔

سکھ اور سکھ مذہب کی تعریف

سکھ لفظ "سِسیا"[3] سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے شاگرد۔ سکھ مذہب 10 گروؤں کا مذہب ہے جن میں سب سے پہلے گرو بابا گرونانک اور دسویں اور آخری گرو گوبند سنگھ ہیں۔ سکھ مذہب کی مقدس کتاب سری گرو گرنتھ[4] ہے جو ادی گرنتھ صاحب بھی کہلاتی ہے۔

---

1. سکھ مذہب اپنے ماننے والوں کی تعداد کے لحاظ سے دنیا میں چھٹے نمبر پر ہے، یہ ترتیب کچھ یوں ہے۔
(1) عیسائیت (2) اسلام (3) ہندومت (4) بدھ مت (5) یہودی مذہب (6) سکھ مت۔
2. ہندوؤں کی چار بڑی ذاتوں میں سے دوسرے درجے کی ذات جو جنگی اُمور سنبھالتی ہے۔
3. "سِسیا" سنسکرت لفظ ہے گرو کی مناسبت سے اس کا ترجمہ "چیلا" زیادہ موزوں ہے۔
4. بنیادی طور پر "گرنتھ" گرہ کو کہتے ہیں پھر کتاب کے لیے بھی بولا جانے لگا۔ درحقیقت جب ہندو کاغذ سے ناآشنا تھے تو وہ بھوج پتر (ایک درخت کی چھال جس سے حقہ کی نے وغیرہ بناتے ہیں) پر لکھا کرتے تھے اور ان پتروں کو دھاگے میں پرو کر گرہ لگا دیتے تھے۔

"پانچ ککے"

(سکھوں کے پانچ امتیازی نشان جن کے نام کا پہلا حرف "ککا" (ک) ہے) ہر سکھ پر لازم ہے کہ وہ ان پانچ ککوں (کاف) کا حامل ہو جو اس کی شناخت کا کام بھی دیتے ہیں۔

1۔ کیس: بالوں کا نہ تراشنا جیسے کہ تمام گرو بال نہیں کاٹتے تھے۔

2۔ کنگھا: سر کے بالوں کو صاف اور سلجھانے کے لیے۔

3۔ کڑا: اسٹیل یا دھات کی موٹی چوڑی جو قوت اور ضبطِ نفس کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

4۔ کرپان: خنجر یا چھوٹی تلوار جو اپنی حفاظت اور دفاع کے لیے رکھی جاتی ہے۔

5۔ کچھا: گھٹنوں تک لمبا زیر جامہ یا جانگیہ جو اسے مستعد اور چوکس رکھتا ہے۔

مول منتر۔ سکھ مذہب کے بنیادی معتقدات

کوئی بھی سکھ اپنے مذہب کے مطابق خدا کی بہترین تعریف "مول منتر" (سکھ مذہب کے بنیادی عقائد کا مجموعہ) کے حوالے سے ہی کر سکتا ہے جو گرو گرنتھ صاحب کے آغاز میں موجود ہے جو کہ گرو گرنتھ صاحب کی پہلی جلد کا پہلا منتر ہے جو "جاپو جی" کہلاتا ہے:

"ایک ہی خدا وجود رکھتا ہے وہی حقیقی خالق ہے جو خوف اور نفرت سے آزاد ہے وہ نازائیدہ اور لازوال ہے وہ قائم بالذات (جو خود سے ہو) عظیم اور رحیم ہے۔"

سکھ مذہب اپنے پیروکاروں کو محتاط اور ہو بہو عقیدۂ توحید کی ہدایت کرتا ہے۔ یہ ایک بزرگ و برتر خدا پر یقین رکھتا ہے جو ظاہر اور عیاں صورت میں نہیں ہے جسے "اک اومکارا" کہا جاتا ہے۔

عیّن اور آشکار صورت میں اسے "اومکارا" کہا جاتا ہے جو چند صفات رکھتا ہے جیسے

کرتار: خلق کرنے والا' آفریدگار

صاحب: مالک' آقا

اکال: سرمدی' لازوال

ستنام: بابرکت نام

پروردگار: پالنے والا

رحیم: مہربان' رحم کرنے والا

کریم: سخی' کرم کرنے والا

اسے واہے گرو بھی کہتے ہیں جس کا مطلب ہے ایک حقیقی خدا۔

سکھ مذہب سخت توحید پرست ہونے کے ساتھ اوتار واد[1] پر بھی یقین نہیں رکھتا۔ اللہ سبحانہ کبھی بھی اوتار کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا۔ سکھ مذہب بت پرستی کا بھی شدید مخالف ہے۔

گرونانک پر کبیر کے اثرات

گرونانک سنت کبیر کے کلام سے ازحد متاثر تھے۔ بنابریں سری گروگرنتھ کے کئی ابواب میں سنت کبیر کے اشعار موجود ہیں:

سنت کبیر کا ایک مشہور دوہہ ملاحظہ فرمایئے:

دکھ میں کریں سمرنا سکھ میں کرے نہ کوئے
سکھ میں کریں سمرنا تو دکھ کاہے ہوئے

(مشکل اور مصیبت میں تو ہر کوئی خدا کو یاد کرتا ہے لیکن آرام اور خوشحالی میں کوئی اسے یاد نہیں کرتا اگر آرام اور خوشحالی میں بھی اسے یاد کیا جائے تو مشکل اور مصیبت آئے ہی کیوں؟)

اس شعر کا قرآن پاک کی درج ذیل آیت سے موازنہ کیجیے:

---

1. خدا کا کسی امرِ عظیم کی انجام دہی کے لیے انسانی پیکر یا کسی دوسرے جسم میں جلوہ گر ہونا، تجسیم یا حلول وغیرہ۔

واذا مس الانسان ضر دعا ربه منيبا اليه ثم اذا خوله نعمة منه نسي ما كان يدعوا اليه من قبل و جعل لله اندادا ليضل عن سبيله

"اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جسے[1] پہلے پکارتا تھا بھول جاتا ہے اور اللہ کے لیے شریک بنانے لگتا ہے۔"[2]

[سورۂ زمر آیت 8]

---

1. یا اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کو دور کرنے کے لیے وہ دوسروں کو چھوڑ کر، اللہ سے دعا کرتا تھا یا اس رب کو بھول جاتا ہے، جسے وہ پکارتا تھا۔

2. اضطراری حالت میں انسان کی فطرت بیدار ہو جاتی ہے اور غیر فطری دباؤ ہٹ جاتا ہے۔ انسان اپنی فطرت سلیمہ سے سرگوشی کرتا ہے تو وہاں اسے صرف اللہ ہی نظر آتا ہے۔ پھر اسی کو پکارتا ہے جب اضطراری حالت ختم ہو جاتی ہے تو معاشرتی عادات و رسوم، خواہشات اور مفادات کی طرف سے غیر فطری دباؤ شروع ہو جاتا ہے۔

زرتشتی مذہب میں خدا کا تصور

زرتشتی[1] مذہب ایک قدیم آریائی مذہب ہے جس کی ابتداء 2500 سال قبل فارس (ایران) میں ہوئی۔ ہر چند اس کے ماننے والوں کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ پوری دنیا میں ایک لاکھ تیس ہزار سے بھی کم، مگر یہ دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے۔ زرتشت مذہب کہ جسے پارسی مذہب بھی کہا جاتا ہے، کا بانی زرتشت نام کا ایک ایرانی پیغمبر تھا۔ زرتشتیوں کی مقدس کتابیں دساتیر اور اوستا ہیں۔

زرتشت مذہب میں خدا کو ''اہورا مزدا'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ''اہورا'' کا مطلب ''آقا اور خداوند'' کے ہیں اور ''مزدا'' کے معانی دانائے بزرگ اور دانائے کل کے ہیں پس ''اہورا مزدا'' کے معنی ''خدائے علیم وخبیر'' کے ہیں۔ ''اہورا مزدا'' ہو بہو وحدہٗ لاشریک خدا کی ترجمانی کرتا ہے۔

---

1. زرتشتی مذہب کو مجوسیت، آتش پرستی اور پارسی مذہب بھی کہتے ہیں۔ مجوسی پانچ یا تین نمازیں پڑھتے ہیں۔ نماز میں گاتھا کی آیات پڑھی جاتی ہیں۔ مجوسیوں کی مذہبی کتاب ''اوستا'' کے ایک حصے ''وندیداد'' میں زرتشت مذہب کے تین اصول ملتے ہیں:

i. تخلیق کائنات خیر اور شر کے تصادم کے نتیجے میں ہوئی تھی۔

ii. زراعت اور گلہ بانی شریف ترین پیشے ہیں۔

iii. عناصر اربعہ آگ، مٹی، ہوا اور پانی مقدس ہیں انہیں آلودہ کرنا گناہ ہے۔

دساتیر[1] کے مطابق خدا کی صفات

1. وہ ایک ہے۔
2. کوئی اس جیسا نہیں۔
3. وہ ابتدا اور انتہا کی حدود سے باہر ہے۔
4. اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی بچے۔
5. وہ جسم اور صورت سے ماورا ہے۔
6. آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں نہ خیال اسے تصور میں لاسکتا ہے۔
7. وہ تمہارے ہر تصور اور تخیل سے بالاتر ہے۔
8. وہ تمہاری ذات سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے۔

اوستا کے مطابق خدا کی صفات

اوستا[2] کے مطابق ''گاتھا''[3] اور ''یسنا''[4] میں بیان 'اہورا مزدا' کی چند صفات درج ذیل ہیں۔

1۔خالق

[یسنا 31:7 اور 11]۔[یسنا 44:7]۔[یسنا 50:11]۔[یسنا 51:7]

---

1. دساتیر لگ بھگ سولہ کتابوں کے مجموعے کا نام ہے جسے آذر کیوان کے پیروکاروں نے عہد صفویہ میں تالیف کیا۔ آذر کیوان زرتشت مذہب کے بڑے عالموں میں سے تھا جس نے اپنے مریدوں کے ایک گروہ کے ساتھ ہندوستان آ کر ایک مذہبی فرقے کی بنیاد ڈالی جو زرتشتی مذہب، اسلام، ہندومت اور عیسائیت کا امتزاج ہے۔ دساتیر میں آذر کیوان فرقے کے عقائد درج ہیں۔
2. زرتشتیوں کی مذہبی کتاب جو پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ (ا) یسنا (ب) یشتھا (ج) ویسپرد (د) وندیداد۔ ہ۔خردہ اوستا۔ اوستا کے ابواب مختلف زمانوں میں مختلف اشخاص کے توسط لکھے گئے۔
3. یسنا میں شامل مذہبی سرودوں کو گاتھا کہتے ہیں جن میں سے چند سرود زرتشت کے ہیں۔
4. یسنا مذہبی فرائض کا مجموعہ ہے جس میں مذہبی سرود بھی شامل ہیں۔ فرہنگ عمید کے مطابق یسنا اور یاسنا دونوں تلفظ ملتے ہیں۔

2۔ قدیر۔ سب سے عظیم

[یسنا 11:33]-[یسنا 6:45]

3۔ محسن، داتا

[یسنا 11:33]-[یسنا 3:48]

4۔ سخی، فیاض

[یسنا 15,13,11,9,7,5,4:43] [یسنا 2:44]

[یسنا 5:45][یسنا 9:46][یسنا 3:48]

ہم پارسی مذہب کی کتابوں کے منصفانہ مطالعے ہی سے پارسی مذہب میں خدا کے تصور سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اب ہم اہم سامی مذاہب میں خدا کے تصور کا جائزہ لیں گے۔

یہودیت میں خدا کا تصور

یہودیت اہم سامی مذاہب میں سے ایک ہے اس کے پیرو یہودی کہلاتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔

تورات کی پانچویں کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عبرانی فرمان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

''سن اے اسرائیل! کہ خداوند ہمارا خدا وہی اکیلا خدا ہے۔''

[تورات، تثنیہ شرع، باب 6، آیت 4]

چند مزید آیات پیش خدمت ہیں:

''میں ہاں میں ہی خداوند ہوں اور میرے بغیر کوئی بچانے والا نہیں۔''

[کلام مقدس، اشعیا، باب 43، آیت 11]

''میں ہی خداوند ہوں اور دوسرا کوئی نہیں، میرے سوا کوئی خدا نہیں۔''

[کلام مقدس، اشعیا، باب 45، آیت 5]

''میں خدا ہوں۔ اور۔ اور کوئی خدا نہیں، اور میری مانند کوئی نہیں۔''

[کلام مقدس، اشعیا، باب 46، آیت 9]

درج ذیل آیات میں یہودی مذہب بت پرستی کی مخالفت کرتا ہے۔

''تیرے لیے مرے حضور کوئی دوسرا معبود نہ ہو۔ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی چیز یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین میں یا زمین کے نیچے کے پانی میں ہے مت بنا۔ تو ان کو سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی خدمت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا خدائے غیور ہوں۔

[تورات، خروج، باب 20، آیات 5-3]

تقریباً ایسا ہی پیغام تورات کی پانچویں کتاب میں دہرایا گیا ہے:

''میرے حضور تیرے لیے کوئی دوسرے معبود نہ ہوں تو اپنے لیے تراشی ہوئی مورت یا کسی ایسی چیز کی صورت نہ بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے کے پانی میں ہے تو اس کو سجدہ نہ کرنا اور نہ اس کی خدمت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا خدائے غیور ہوں۔''

[تورات، تثنیہ شرع، باب 5، 9-7]

عیسائیت میں خدا کا تصور

عیسائیت ایک سامی مذہب ہے۔

اطراف عالم میں اس کے پیرو دو ارب کے لگ بھگ ہیں۔ عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام میں بھی محترم اور مکرم پیغمبر ہیں اسلام وہ واحد غیر مسیحی مذہب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کا حکم دیتا ہے۔

قبل ازیں کہ ہم عیسائیت میں خدا کے تصور پر گفتگو کریں، اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام و منزلت کا جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ اسلام وہ واحد غیر مسیحی مذہب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتقاد کو ایمان کا حصہ تصور کرتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کے بغیر مسلمان، مسلمان نہیں رہتا۔

2۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جلیل القدر اور عالی مرتبت پیغمبر ہیں۔

3۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر کسی مردانہ وساطت کے معجزانہ طور پر ہوئی جبکہ جدید دور کے بہت سے عیسائی یہ عقیدہ نہیں رکھتے۔

4۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

5۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اذن سے مادرزاد نابیناؤں، کوڑھیوں اور جذامیوں کو شفایاب فرماتے تھے۔

کوئی بھی یہ سوال کر سکتا ہے کہ جب مسلمان اور عیسائی دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سے محبت اور ان کا احترام کرتے ہیں تو پھر راستے کہاں سے الگ ہوتے ہیں؟

اسلام اور عیسائیت میں ایک اہم فرق عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی پر اصرار ہے۔ مقدس مسیحی کتابوں کا مطالعہ واضح اور آشکار کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی خدائی کا ادعا نہیں کیا۔ درحقیقت پوری انجیل میں کہیں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بھی غیر مبہم اور دوٹوک بیان نہیں ملتا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود کہا ہو: ''میں خدا ہوں'' یا جہاں وہ کہتے ہوں: ''میری عبادت کرو'' بلکہ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ایسے بیانات پر مشتمل ہے جن میں وہ اس عقیدے کے برخلاف تبلیغ فرما رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب درج ذیل اقوال ملاحظہ فرمائیے:

''باپ مجھ سے بڑا (Greater) ہے۔''

[انجیل مقدس یوحنا، باب 14، آیت 28]

''وہ سب سے بڑا (Greater) ہے۔''

[انجیل مقدس یوحنا، باب 10، آیت 29]

''میں خدا کی روح (Spirit) سے بدروحوں کو نکالتا ہوں۔''

[انجیل، مقدس متی، باب 12، آیت 28]

''میں خدا کی قدرت سے بدروحوں کو نکالتا ہوں۔''

[انجیل مقدس لوقا، باب 11، آیت 20]

''میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا جیسے میں سنتا ہوں ویسے ہی عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی کو نہیں بلکہ اس کی مرضی کو جس نے مجھے بھیجا، چاہتا ہوں۔''

[انجیل مقدس یوحنا، باب 5، آیت 30]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصدِ بعثت ...... تکمیل قانون

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے مقصدِ بعثت کا واضح اور دوٹوک اعلان فرمایا تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں سابقہ یہودی دین کی تصدیق و تکمیل کے لیے ارسال فرمایا تھا۔ متی کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب مندرجہ ذیل بیان سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے:

"یہ خیال مت کرو کہ میں تورات یا صحائف انبیاء کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پورا کرنے کو آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں شریعت کا ایک نقطہ یا شوشہ ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے ایک کو منسوخ کرے اور ایسا ہی لوگوں کو سکھائے وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو عمل کرے اور سکھائے وہی آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔

[انجیل مقدس متی، باب 5، آیات 20-17]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے رسول تھے

انجیل درج ذیل آیات میں حضرت عیسیٰ کی پیغمبرانہ حیثیت کو بیان کرتی ہے:

"جو کلام تم سنتے ہو وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔"

[انجیل مقدس یوحنا، باب 14، آیت 28]

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ اکیلے سچے خدا کو اور تیرے بھیجے ہوئے یسوع مسیح کو جانیں۔"

[انجیل مقدس یوحنا، باب 17، آیت 3]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خدا ہونے کے معمولی اور دور ازکار اشارے کو بھی مسترد کیا ہے۔

انجیل میں آمدہ درج ذیل واقعہ قابلِ ملاحظہ ہے:

''ایک شخص اس کی طرف دوڑا آیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس سے پوچھا: اے نیک استاد میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی حاصل کرلوں؟

یسوع نے اس سے کہا: تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ تو احکام سے تو واقف ہے۔''[1]

[انجیل مقدس مرقس، باب 10، آیت 17]

انجیل کے مذکورہ بالا بیانات حضرت عیسیٰ کی خدائی اور عیسائیوں کی ان کی قربانی کے ذریعے نجات کے مسیحی عقیدے کا ابطال کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نجات اور فلاح پانے کے لیے خدائی احکام کی تعمیل کی تلقین فرماتے ہیں۔

ناصرہ کا یسوع علیہ السلام (حضرت عیسیٰ) ۔ خدا کا منتخب بندہ

انجیل کا مندرجہ ذیل بیان اس اسلامی عقیدے کی تائید کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے رسول تھے:

''اے اسرائیلی مردو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا ان معجزوں اور عجائبات اور کرشموں سے تم پر ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے جیسا کہ تم خود بھی جانتے ہو۔''

[انجیل، رسولوں کے اعمال، باب 2، آیت 22]

---

1. یہی واقعہ انجیل مقدس متی میں بھی مذکور ہے باب 19، آیات 16 اور 17 ملاحظہ فرمائیے۔
''اور دیکھو، ایک شخص نے پاس آ کر اس سے کہا کہ اے استاد! میں کون سی نیکی کروں تاکہ ابدی زندگی پاؤں۔ اس نے اس سے کہا کہ تو نیکی کی بابت مجھ سے کیوں پوچھتا ہے نیک تو ایک ہی ہے لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو احکام پر عمل کر۔''

پہلا مقدس فرمان کہ خدا ایک ہے۔

انجیل تثلیث کے مسیحی عقیدے کی ہرگز تائید نہیں کرتی۔ ایک دفعہ ایک فقیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا: سب سے پہلا خدائی حکم کیا ہے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات دہرائی جو موسیٰ علیہ السلام نے کہی تھی:

''یسوع'' نے جواب دیا کہ پہلا یہ ہے: سن اے اسرائیل کہ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔''

[انجیل، مقدس مرقس، باب 12، آیت 29]

اسلام میں خدا کا تصور

اسلام ایک سامی مذہب ہے۔ دنیا بھر میں اس کے ماننے والوں کی تعداد ایک ارب بیس کروڑ سے زیادہ ہے۔ اسلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا نام ہے تمام مسلمان قرآن پاک کو کلامِ خدا مانتے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا۔ اسلام بتاتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر عہد میں انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت اور آخرت میں حساب کتاب کا پیغام لے کر آئے۔ اسی لیے اسلام گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر اعتقاد کو رکنِ ایمان قرار دیتا ہے۔ یہ سلسلہء انبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہوا حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بہت سے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر مشتمل ہے۔

خدا کی انتہائی جامع اور مختصر تعریف

اسلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نہایت مختصر لیکن جامع ترین تعریف سورۂ اخلاص کی چار آیات میں پیش کرتا ہے۔ جو قرآن مجید کا ایک سو بارہواں سورہ ہے:

قل هو الله احد ○ الله الصمد ○ لم يلد ولم يولد ○ ولم يكن له كفواً احد ○

''کہہ دیجئے: وہ اللہ ایک اور یکتا ہے۔''1 اللہ بے قید ولازوال قائم بالذات ہے۔ اس نے کسی کو جنا نہ اس سے کوئی جنا گیا۔ اور کوئی بھی اس کا ہم سر نہیں ہے۔

[سورۂ اخلاص آیات 1-4]

---

1. واحد اس ایک کو کہتے ہیں جو کثرت پذیر ہو۔ جبکہ اَحد اس ایک کو کہتے ہیں جو کثرت ناپذیر ہو۔

وہ ایک ہو کے بھی ہم سے بٹنا نہیں جاتا
وہ ایک ہو کے بھی آگے عدد نہیں رکھتا

"الصمد"[1] ایک انتہائی دقیق لفظ ہے جس کا من وعن ترجمہ کرنا قدرے مشکل ہے۔ تاہم اس سے مراد "لازوال، قائم بالذات بے قید ہستی" ہے جو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی صفت ہو سکتی ہے باقی ہر موجود یا وقتی ہے یا مشروط۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی شخص یا چیز کا محتاج نہیں جبکہ اس کے ماسوا ہر ہستی اور ہر شئے اس کی محتاج ہے۔

سورۂ اخلاص۔ میزانِ الٰہیات

قرآن مجید کا 112 واں سورہ (اخلاص) الٰہیات (Theology) کا پیمانہ اور کسوٹی ہے۔ "Theo" یونانی لفظ ہے جس کا مطلب ہے "خدا" اور "Logy" کا مطلب ہے "مطالعہ" پس "Theology" سے مراد وہ علم یا علوم ہیں جو خدا کے بارے میں بحث کریں یعنی الٰہیات۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے خدائے ذوالجلال کی تعریف میں یہ چار آیات الٰہی علوم کی کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

الوہیت کے کسی بھی دعوے دار کو اس معیار اور میزان پر ضرور پرکھا جانا چاہیے۔ چونکہ اس سورہ مبارکہ میں بیان صفات صرف اور صرف خدائے ذوالجلال ہی کی صفات ہیں اس لیے اس سورہ مبارکہ کی روشنی میں جعلی خداؤں اور جھوٹے دعوے داروں کی بسہولت تکذیب کی جا سکتی ہے۔

دیوتاؤں کی بابت اسلام کا نکتۂ نظر

ہندوستان کو دیوتاؤں کا دیس کہا جاتا ہے۔ اور ایسا کہنے کی وجہ یہاں نام نہاد "روحانی اساتذہ" کی ازحد کثرت ہے۔ ان میں سے کئی باباؤں اور پیروں کے ماننے والے دنیا کے مختلف ممالک میں موجود ہیں۔ اسلام کسی بھی انسان کی معبودیت اور خدائی کو نفرت اور حقارت سے دیکھتا ہے۔

.1

ایسے جھوٹے خدائی دعوے داروں کی بابت اسلامی موقف کو سمجھنے کی خاطر ہم ایک ایسے ہی مزعوم ''انسانی خدا'' [1] ''اوشو رجنیش'' کا جائزہ لیتے ہیں۔ رجنیش بھی ہندوستان میں پیدا ہونے والے بے شمار ''روحانی اساتذہ'' میں سے ایک تھا۔ مئی 1981ء میں وہ امریکہ گیا اور رجنیش پورم نام کی ایک بستی کی بنیاد رکھی بعد ازاں وہ مغرب سے تصادم کے نتیجے میں گرفتار ہوا اور اسے ملک چھوڑنے کا کہہ دیا گیا۔ وہ ہندوستان واپس آ گیا اور پونا میں اپنے ایک آشرم [2] کی داغ بیل ڈالی جو اب ''اوشو آشرم'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ 1990ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اوشو رجنیش کے معتقدین اسے ''قادرِ مطلق خدا'' مانتے ہیں۔ پونا میں واقع ''اوشو آشرم'' دیکھنے کی غرض سے آنے والا شخص اس کی لوحِ مزار پر درج یہ عبارت ملاحظہ کر سکتا ہے:

''اوشو...... کبھی پیدا ہوا نہ مرا: بس 11 دسمبر 1931ء سے 19 جنوری 1990ء تک اس کرۂ ارض کا دورہ کرنے آیا تھا۔''

اس کے ماننے والے یہ بتانا بھول جاتے ہیں کہ اسے دنیا کے 12 مختلف ممالک کا ویزا نہیں دیا گیا۔ اس کے ماننے والے ''اپنے خدا'' کے زمینی دورہ کرنے اور کسی ملک میں داخلے کے لیے ویزے کا محتاج ہونے میں کوئی وضاحت طلب پیچیدگی محسوس نہیں کرتے۔

یونان کے لاٹ پادری (Archbishop) کا کہنا تھا کہ اگر رجنیش کو ملک بدر نہ کیا جاتا تو لوگ اس کے گھر اور اس کے چیلوں کو جلا دیتے۔''

اب ہم خدائی کے مدعی ''بھگوان رجنیش'' کو سورہ اخلاص کی کسوٹی پر آزماتے ہیں کہ یہ میزان الٰہیات ہے:

1۔ اس کا پہلا اصول یا قاعدہ ہے: کہہ دیجئے: وہ اللہ ایک ہی ہے۔ کیا رجنیش ایک ہی ہے؟ جی نہیں، رجنیش جیسے بہت سے لوگ ہیں جو خدائی کا ادعا کرتے ہیں۔ رجنیش کے بعض پیروکار شاید ابھی بھی اسے واحد و یکتا مانتے ہوں۔

---

1. انسانی بھیس میں خدا: مولائے بندہ صفات۔

2. زاہدوں اور مرتاضوں کے رہنے کا مقام۔

ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

2۔ دوسرا معیار ہے۔ ''اللہ بے قید قائم بالذات اور لازوال ہے۔'' یقیناً رجنیش قائم بالذات اور لازوال نہیں تھا۔ وہ 1990ء میں مر چکا ہے۔ ہم اس کی سوانح حیات سے جان سکتے ہیں کہ وہ ذیابیطس' دمہ اور دیرینہ کمر درد میں مبتلا رہا۔ اس نے امریکی حکومت پر الزام لگایا تھا کہ جیل میں اسے بطی الاثر زہر (Slow Poison) دیا جاتا رہا ہے۔ ذرا تصور میں لایئے کہ ''خدائے ذوالجلال'' کو زہر دیا جاتا رہا ہے۔ (العیاذ باللہ) رجنیش بے نیاز تھا نہ ہی لازوال۔

3۔ سورہ اخلاص میں بیان تیسری الٰہی صفت ہے: ''وہ جنتا ہے نہ جنا گیا ہے۔'' ہم جانتے ہیں کہ رجنیش جبل پور (ہندوستان) میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے ماں باپ تھے جو بعد میں اس کے مرید بن گئے تھے۔

4۔ چوتھی آزمائش جو کہ فیصلہ کن ہے کہ ''کوئی اس جیسا (ہمسر) نہیں ہے۔'' آپ جس وقت خدا کو تصور کرتے یا اس کا کسی بھی شے سے موازنہ کرتے ہیں تو وہ خدا نہیں ہوتا کیونکہ حقیقی خدائے لم یزل و لایزال کی ذہنی صورت بنانا حدِ امکان میں نہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ رجنیش لمبی ڈھیلی ڈھالی لٹکتی ہوئی داڑھی والا انسان تھا۔ اس کی دو آنکھیں، دو کان، ایک ناک اور ایک منہ تھا۔ اس کی تصاویر اور پوسٹر بکثرت دستیاب ہیں۔ جونہی آپ تصور کرتے ہیں کہ ''یہ'' خدا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔

ع ہوبہو دیدار دلبر حدِ امکاں میں نہیں
ہے جمالِ یار میری دید سے باہر بہت

اس کسوٹی اور جانچ پڑتال کی ساری بحث سے بطور نتیجہ کیا رائے سامنے آتی ہے؟ یہی کہ اس کسوٹی اور معیار پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی پورا نہیں اُتر سکتا۔

خدا کو کس نام سے پکارنا بہتر ہے؟

مسلمان انگریزی لفظ "God" کے بجائے اللہ[1] کہہ کر پکارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ عربی اسم ''اللہ'' بالکل پاک، نادر اور یکتا ہے برخلاف انگریزی لفظ ''God'' کے کہ اس کی گردان (تصریف) یا اس سے مشتقات حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

اگر آپ ''God'' کے آخر میں ''s'' کا اضافہ کریں تو یہ ''Gods'' بن جائے گا جو کہ خدا کی جمع ہے جبکہ ''اللہ'' ایک اور مفرد ہے اور اس کی کوئی جمع نہیں ہے اگر آپ ''God'' کے لاحقے کے طور پر ''dess'' کا اضافہ کر دیں تو یہ ''Goddess'' بن جاتا ہے جو کہ مؤنث خدا (دیوی) ہے جبکہ ''اللہ'' کی تذکیر و تانیث کا کوئی تصور نہیں ہے اسی طرح اگر لفظ ''God'' سے پہلے ''tin'' کا سابقہ لگا دیں تو ''Tin-God'' بن جائے گا جس کا مطلب ہے جعلی خدا۔ ''اللہ'' ایک منفرد اور اچھوتا لفظ ہے جس سے نہ تو ذہن میں کوئی تصویر اُبھرتی ہے نہ ہی اس کی تصریف کر کے مزید کلمات بنائے جا سکتے ہیں۔ اسی لیے مسلمان ''اللہ'' کہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن جب کبھی غیر مسلموں سے گفتگو ہو تو ہم ''God'' کا قدرے ناموزوں لفظ بھی ''اللہ سبحانہ و تعالیٰ'' کے لیے استعمال کر جاتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب سے مقصود قاری عام انسان ہے اعم از مسلم و غیر مسلم۔ لہٰذا میں نے متعدد مقامات پر ''اللہ'' کے بجائے لفظ ''God'' استعمال کیا ہے۔

خدا انسانی پیکر میں نہیں ڈھلتا

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے تو وہ انسانی پیکر میں کیوں

---

1. سامی زبانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف و اصوات کی ایک خاص ترکیب معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے اور عبرانی، سریانی، آرامی، کلدانی، حمیری، عربی وغیرہ تمام زبانوں میں اس کا لغوی خاصہ پایا جاتا ہے۔ یہ الف، لام اور ہ کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی و سریانی کا ''الاھیا'' عبرانی کا ''الوہ'' اور عربی کا ''الہ'' اسی سے ہے اور یہی ''الہ'' ہے جو حرف تعریف کے اضافے کے بعد ''اللہ'' ہو گیا ہے۔ پس لفظ ''اللہ'' سے مراد ایسی ذات ہے جو تمام صفاتِ حسن و کمال سے بدرجہ اتم متصف ہے۔

نہیں ڈھل سکتا؟

اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہے تو وہ بشری پیکر میں ڈھل سکتا ہے لیکن پھر وہ خدا نہیں رہے گا کیونکہ خدا اور انسان کی متعدد خصوصیات بہت سے حوالوں سے باہم متضاد اور متناقض ہیں۔

ذیل میں بیان کردہ دلائل سے خدا کے انسانی پیکر میں ظاہر ہونے کے تصور کی بے معنویت اور غیر معقولیت روشن ہو جائے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ لازوال ہے اور انسان زوال پذیر۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک "بشر پیکر خدا" (بندہ صفات مولا) (God-man) کی ذاتِ واحد بیک وقت لازوال بھی ہو اور زوال پذیر بھی۔ یہ لغو اور بے معنی بات ہے۔ خدا کی کوئی ابتدا نہیں ہے جب کہ ہر انسان کی ایک ابتدا ہے اب کوئی ایسی ذات ہو سکتی ہے کہ بیک وقت آغاز بھی رکھتی ہو اور نہیں بھی، انسان کا ایک انجام ہوتا ہے اب ایسا کوئی موجود نہیں ہو سکتا جو بیک وقت ایک انجام اور انتہا رکھتا بھی ہو اور نہیں بھی۔ یہ بے معنی اور لغو بات ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کھانے پینے کی احتیاج نہیں جبکہ انسان اپنی بقا کے لیے خوراک کا محتاج ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ رب العزت ہے:

وهو يطعم ولا يطعم

"وہ کھلاتا ہے اسے کھلایا نہیں جاتا۔"

[سورہ انعام آیت 14]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو آرام یا نیند کی ضرورت نہیں جبکہ انسان بغیر آرام کیے گذر بسر نہیں کر سکتا۔

قرآن پاک میں ارشاد رب العزت ہے:

الحي القيوم ج لا تاخذه سنة ولا نوم ط له ما في السموت وما في الارض

"وہ زندہ اور سب کا نگہبان ہے اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کی ملکیت ہے۔"

[سورہ بقرہ آیت 255]

گر وہ بے قید کسی طور مقید ہوتا
تو خدا پیکرِ انساں میں محمدؐ ہوتا

کسی دوسرے انسان کی پرستش عبث اور رائیگاں ہے

اگر خدا کے انسان بننے کا تصور ناقابل قبول ہے تو پھر کسی انسان کی عبادت کے عبث اور غیر معقول ہونے سے بھی اتفاق کرنا پڑے گا۔ اگر خدا انسانی روپ میں ڈھل جائے تو پھر وہ خدا ہونے سے دست بردار ہو کر تمام انسانی صفات کا حامل ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر ایک ذہین اور قابل پروفیسر کسی حادثے کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لیے یادداشت سے محروم ہو جائے تو اس خالی الذہن پروفیسر سے متعلقہ مضمون پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھنا طالب علموں کی حماقت اور نادانی ہے۔

علاوہ ازیں اگر خدا انسانی روپ اختیار کر لے تو پھر یہی انسان خدا نہیں بن سکے گا کیونکہ انسان اپنی تعریف میں ہی ایسا موجود ہے جو خدا بننے کی قدرت نہیں رکھتا۔

خودی کا نشہ چڑھا، آپ میں رہا نہ گیا
خدا بنے تھے یگانہ مگر بنا نہ گیا

لہٰذا انسان نما خدا یا انسانی پیکر میں ڈھلے ہوئے خدا کی پرستش ایک منطقی مغالطہ ہے جو اپنی تمام صورتوں میں مکروہ اور قابلِ مذمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک بشر پیکر معبودیت کی کسی بھی صورت کا مخالف ہے۔

قرآن مجید درج ذیل آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

لیس کمثله شیء
''اس کی نظیر مانند کوئی چیز نہیں۔''

[سورہ شوریٰ آیت 11]

خدا غیر خدائی افعال سرانجام نہیں دے سکتا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاکیزہ صفات کسی ناشائستگی اور ناروائی کی متحمل نہیں ہوسکتیں

کیونکہ وہ ذات باری تعالیٰ عدل، رحم و کرم اور حق و صداقت کا سرچشمہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ناشائستہ ذات فعل کا صدور اصلاً و ابداً ناقابلِ تصور ہے لہٰذا ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ خدائے عزوجل جھوٹ، ناانصافی، غلطی، نسیان اور اسی طرح کی دیگر انسانی کوتاہیوں کا (معاذ اللہ) مرتکب ہوسکتا ہے البتہ خدا ناانصافی پر قادر ضرور ہے لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کرتا کیونکہ یہ اس کے شایانِ شان نہیں۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

ان اللّٰہ لا یظلم مثقال ذرۃ ج

''یقیناً اللہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔''

[سورہ نساء، آیت 40]

خدا چاہے تو ظلم کرسکتا ہے لیکن جونہی وہ ظلم کرے گا خدا نہیں رہے گا۔

خدا بھولتا ہے نہ غلطی کرتا ہے۔

خدا کسی چیز کو نہیں بھولتا کیونکہ بھولنا ایک غیر خدائی فعل ہے جو انسانی عجز، کمزوریوں اور کوتاہیوں کی علامت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس خدائے ذوالجلال کبھی غلطی نہیں کرتا کیونکہ یہ ایک غیر خدائی فعل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لا یضل ربی ولا ینسی

''میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔''

[سورہ طٰہٰ، آیت 52]

خدا اپنے شایانِ شان افعال انجام دیتا ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسلامی تصور خدا میں خدائے ذوالجلال قادرِ مطلق ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ارشاد فرماتا ہے:

ان الله علی کل شئی قدیر

''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

[سورہ بقرہ، آیت 106]؛ [سورہ بقرہ، آیت 109]

[سورہ بقرہ، آیت 284]؛ [سورہ آل عمران، آیت 29]

[سورہ النحل، آیت 77]؛ [سورہ فاطر، آیت 1]

قرآن مجید مزید فرماتا ہے:

فعال لما یرید

''وہ جو چاہے اسے خوب انجام دینے والا ہے۔''

[سورۂ بروج، آیت 16]

ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ خدا صرف روا، زیبا اور شایانِ شان کاموں کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ نازیبا اور ناروا کاموں کا۔

بیشتر مذاہب کہیں نہ کہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ حلول یا تجسیم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا ادّعا یہ ہے کہ خدا اتنا پاک، مقدس اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ انسانی صعوبتوں، خامیوں اور جذبات و احساسات سے ناآگاہ ہے بنابریں وہ انسانوں کے لیے قوانین مرتب کرنے کے لیے خود انسان بن کر زمین پر اتر آیا تھا۔ اس مغالطہ انگیز منطق نے ہر عہد میں بے شمار لوگوں کو گمراہی میں رکھا ہے۔

آیئے اس استدلال کا تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ اس کی عقلی حیثیت کیا ہے:

خالق ہدایت نامہ مرتب کرتا ہے

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم انسانوں کو عقل و شعور کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ ہم مخصوص مقاصد کے لیے آلات ایجاد کرتے ہیں مثال کے طور پر ٹیپ ریکاڈر بکثرت بنائے جاتے ہیں لیکن کبھی کوئی ایسی تجویز سامنے نہیں آئی کہ ٹیپ ریکارڈر کی بہتری کے لیے اس کا بنانے والا خود ٹیپ ریکارڈر بن جائے بلکہ اس کے برعکس ٹیپ ریکارڈر بنانے والا ایک رہنما کتابچہ چھاپتا ہے اور ٹیپ ریکارڈر کے ہمراہ ہمارے حوالے کر دیتا ہے کیونکہ بنانے والا اپنی

بنائی ہوئی چیز کی مکمل آ گاہی رکھتا ہے الختصر یہ راہنما کتابچہ اس مشین کے قواعد وضوابط اور اوامر ونواہی بیان کرتا ہے۔

اگر آپ انسان کو ایک مشین تصور کرتے ہیں کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پیچیدہ تخلیق ہے لیکن علیم وخبیر خدا کو انسان کی اچھائی اور برائی جاننے کے لیے انسانی روپ دھارنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے بلکہ اسے انسان کے لیے رہنما کتاب نازل کی جو قرآن مجید ہے۔

مزید برآں روزِ قیامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم انسانوں سے حساب کتاب لے گا۔ پس اسی عقلی بنیاد پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ پہلے ہمیں اپنے اوامر ونواہی سے مطلع کرتا ہے۔

اللہ نے انبیاء کرام کا انتخاب کیا

اللہ تعالیٰ کو رہنما کتاب مرتب کرنے کے لیے بذاتِ خود زمین پر نازل ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس نے اپنا الٰہی پیغام پہنچانے کے لیے عہد بعہد ہر قوم میں سے پاکیزہ افراد کو منتخب فرمایا ہے۔ یہی منتخب افراد اللہ کے نبی اور رسول کہلاتے ہیں۔

بعض لوگ اندھے اور بہرے ہیں

خدا کے انسانی پیکر میں ظہور کے تصور کی بے معنویت اور لغویت کے باوجود بعض مذاہب کے پیرو اس پر عقیدہ رکھتے اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں کیا یہ عقلِ انسانی اور اس عقل کے خالق ومعطی کی توہین نہیں؟ ایسے لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا کردہ سننے اور دیکھنے کی صلاحیت کے باوجود اندھے اور بہرے ہیں۔

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون

''وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں پس وہ نہیں پلٹیں گے۔''

[سورہ بقرہ آیت 18]

ایسا ہی پیغام متی کی انجیل میں بھی درج ہے:

''وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے۔''

[انجیل مقدس متی، باب 13، آیت 13]

ہندو مذہبی کتاب رگ وید میں بھی اس سے ملتا جلتا پیغام موجود ہے:

''کوئی ایسا بھی ہوسکتا ہے جو الفاظ کو دیکھتا ہو اور حقیقت میں انہیں نہ دیکھتا ہو اور کوئی اور ایسا بھی ہوسکتا ہے جو ان الفاظ کو سنتا ہو مگر حقیقت میں انہیں نہ سنتا ہو۔''

[رگ وید 10:71:4]

یہ تمام مذہبی کتابیں اپنے قارئین کو بتارہی ہیں کہ ہر چند چیزیں بہت واضح ہیں مگر وہ سچائی سے گریزاں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء بہت خوبصورت ہیں۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

قل ادعوا اللہ او ادعوا الرّحمن ط ایا ما تدعوا فلہ الاسمآء الحسنی ج

''کہہ دیجیے: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔''

[سورہ بنی اسرائیل آیت 110]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خوبصورت اسماء کی بابت ایسا ہی پیغام قرآن کریم کی درج ذیل آیات میں بھی دہرایا گیا ہے:

☆...... [سورہ اعراف آیت 180]

☆...... [سورہ طٰہٰ آیت 8]

☆...... [سورہ حشر آیات 24-23]

قرآن مجید میں مذکور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مختلف صفات ننانوے سے کم نہیں جن میں

سب سے اعلیٰ نام ''اللہ'' ہے۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ کے لیے مذکور ناموں میں سے ''الرحمٰن''، ''الرحیم'' اور ''الحکیم'' ہیں۔ آپ اللہ سبحانہ کو کسی بھی نام سے پکار سکتے ہیں البتہ وہ نام خوبصورت ہو اور اس سے ذہن میں کوئی تصویر نہ اُبھرتی ہو۔

اللہ کی ہر صفت منفرد اور ذاتی ہے

اللہ تعالیٰ نہ صرف عدیم النظیر اور نادر صفات رکھتا ہے بلکہ اس کی ہر صفت اس کی شناخت کے لیے کافی ہے۔ میں اس نکتے کو وضاحت سے بیان کروں گا بالفرض ہم کسی مشہور شخصیت کو بعنوان مثال پیش کرتے ہیں جیسے خلانورد نیل آرمسٹرانگ۔ اگر کوئی کہے کہ نیل آرمسٹرانگ ایک امریکی ہے تو نیل آرمسٹرانگ کا امریکی ہونا اپنی جگہ درست لیکن اس کے تعارف کے لیے ناکافی ہے۔ اسی طرح نیل آرمسٹرانگ کا خلانورد ہونا بھی اس کی انفرادیت کو اُجاگر نہیں کرتا۔ کسی شخص کی انفرادی طور پر پہچان کے لیے اس کی منفرد اور ممتاز صفت کو دیکھا جاتا ہے جیسے نیل آرمسٹرانگ وہ پہلا شخص ہے جس نے چاند پر قدم رکھا۔ پس جب کوئی پوچھے کہ چاند پر قدم رکھنے والا پہلا انسان کون تھا تو اس کا فقط اور فقط ایک جواب ہے: نیل آرمسٹرانگ۔ اسی طرح خدائے عزوجل کی صفت بھی نادر، منفرد اور یکتا ہونی چاہیے جیسے ''خالق کائنات'' لیکن اگر میں کہوں کہ وہ اس عمارت کا خالق ہے تو یہ ممکن بھی ہے اور سچ بھی مگر منفرد اور نمایاں نہیں۔ ہزاروں لوگ تعمیرات کرتے اور عمارتیں بناتے ہیں لہٰذا یوں انسان اور خدا میں کوئی امتیاز ظاہر نہیں ہوتا اسی لیے اللہ سبحانہ کی ہر صفت سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی اور کی طرف اشارہ نہیں کرتی۔ جیسے

الرحیم: سب سے زیادہ رحم کرنے والا   الرحمٰن: سب سے زیادہ مہربان

الحکیم: سب سے زیادہ حکمت والا۔

پس جب کوئی پوچھے کہ ''الرحیم'' (سب سے زیادہ رحم کرنے والا) کون ہے تو اس کا صرف اور صرف ایک جواب ہے: ''خدائے عزوجل''

خدا کی تمام صفات برحق ہیں باطل نہیں

اسی سابقہ مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر کوئی کہے کہ نیل آرمسٹرانگ ایک امریکی

خلانورد ہے جس کا قد چار فٹ ہے تو اس کی پہلی خصوصیت (امریکی خلانورد) درست لیکن اس کے ساتھ ملحقہ دوسری بات (چار فٹ قد) غلط ہے۔ ایسے ہی جب کوئی کہے کہ اللہ سبحانہ کائنات کا خالق ہے جس کا ایک سر دو ہاتھ اور دو پاؤں وغیرہ ہیں تو خالق کائنات ہونے والی صفت درست جبکہ دوسرا انسان صورت ہونے والا من گھڑت وصف یکسر غلط اور جھوٹ ہے۔

تمام صفات کو اسی ایک خدا کا مظہر ہونا چاہیے

چونکہ خدا واحد و اَحد ہے اس لیے تمام صفات کو اسی یکتا و یگانہ خدا کی نشاندہی کرنی چاہیے۔ مثال کے طور پر یہ کہنا کہ میں ''ڈاکٹر ذاکر نائیک'' فارق ذاکر نائیک کا باپ ہوں جو 10 جولائی 1994ء کو جہانگیر نرسنگ ہوم پونا میں پیدا ہوا اور عبداللہ شیخ IRF ٹرسٹ کے بانی وصدر نشین ہیں' غلط ہے کیونکہ میری دو خصوصیات میں سے دوسری خصوصیت میرے علاوہ کسی اور سے منسوب کر دی گئی ہے۔ ذاکر نائیک اور عبداللہ شیخ ایک نہیں ہیں لہٰذا آپ نہیں کہہ سکتے کہ خالق کوئی اور ہے اور الرحیم کوئی اور، بارش کا خدا کوئی اور ہے، اور سورج کا کوئی اور یا خالق کوئی اور ہے اور پالنے والا کوئی اور۔ یہ تمام صفات اگرچہ خدائی صفات ہیں لیکن ایک ذات سے منسوب نہیں ہیں۔ خدائے عزوجل واحد و یکتا ہے اور وہی جامع الصفات ہے۔

اللہ سبحانہ کی وحدانیت

بعض کثرت پرست کہتے ہیں کہ ایک سے زائد خداؤں کا وجود غیر منطقی نہیں ہے۔ آیئے ان کی توجہ اس نکتے پر مبذول کرائیں۔ کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے جھگڑتے رہتے' ہر خدا دوسرے خدا کی مرضی اور ارادے کے خلاف اپنی مرضی اور ارادے کو پورا کرنا چاہتا اور یہ صورت حال کثرت پرستانہ اور ہمہ اوستی مذاہب کی اساطیریات (دیومالائی داستانوں) میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے۔ اگر ایک خدا ہار جائے یا دوسرے خداؤں کو ہرانے سے قاصر رہ جائے وہ بالیقین ایک سچا خدا نہیں ہے۔ کثرت پرستانہ مذاہب میں بہت سے خداؤں کا تصور عام ہے جن میں سے ہر خدا کی مختلف ذمہ داریاں ہیں' ہر خدا انسانی زندگی کے کسی خاص حصے کا ذمہ دار ہے جیسے کوئی سورج کا خدا ہے تو کوئی بارش کا خدا وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ایک خدا مقررہ کاموں کی انجام دہی سے قاصر

ہے اور مزید برآں وہ دوسرے خداؤں کی ذمہ داریوں اور فرائض سے جاہل بھی ہوتا ہے۔ خدا ہرگز جاہل اور نااہل نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو یہ کائنات کو افراتفری' بدنظمی' اختلال اور تباہی کی طرف لے جاتے جبکہ کائنات مکمل مطابقت' ہم آہنگی اور سکون میں ہے۔

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا ج فسبحان الله رب العرش عمّا يصفون

''اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ کے اور بھی معبود ہوتے[1] تو یہ دونوں درہم برہم ہوجاتے پس اللہ پروردگار عرش ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔''

[سورہ انبیاء، آیت 22]

اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو یہ اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ الگ ہوجاتے۔

ارشاد رب العزت ہے:

مااتخذ الله من ولد وما كان معه من اله اذا لذهب كل اله بما خلق ولعلا بعضهم على بعض ط سبحٰن الله عمّا يصفون

''اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہوجاتا اور بعض بعض پر چڑھائی کردیتے جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں اللہ ان سے پاک ہے۔''

[سورہ مؤمنون آیت 91]

لہٰذا ایک سچے' بالادست اور قادر مطلق خدا کا وجود ہی خدا کا منطقی تصور ہے۔

بدھ مت اور کنفیوشس مت جیسے بعض لاادری[2] مذاہب خدا کی بابت کسی رائے کا اظہار نہیں کرتے یعنی وجودِ خدا کا اقرار ہی کرتے ہیں نہ انکار جبکہ جین مت جیسے کچھ دوسرے الحاد پرست مذاہب خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

(ان شاء اللہ میں ''کیا قرآن کلامِ خدا ہے؟'' کے عنوان سے ایک کتاب شائع کر

---

1. اگر اس کائنات میں ایک سے زیادہ معبود و مدبر ہوتے تو ذاتاً ایک دوسرے سے مختلف ہوتے۔ ذات میں مختلف ہونے سے تدبیر میں بھی اختلاف لازم آتا ہے اور تدبیر میں اختلاف سے نظام درہم برہم ہوجاتا ہے جبکہ نظمِ کائنات ابتدائے آفرینش سے بغیر کسی ادنیٰ توقف کے رواں دواں ہے لہٰذا نظام کی وحدت نظام چلانے والے کی وحدت کو مستلزم ہے۔

2. جو خدا یا کائنات کی ابتداء اور مابعد الطبعیات کی بابت کوئی علم رکھنے کی نفی کرتا ہو۔

رہا ہوں جو لاادریوں اور ملحدوں کے لیے قرآن میں بیان عقلی، منطق اور سائنسی دلائل کی بنیاد پر خدا کے وجود کا اثبات کر سکے گی۔)

آخر کار تمام مذاہب عقیدۂ توحید پر منتج ہوتے ہیں

خدا کے وجود پر اعتقاد رکھنے والے تمام بڑے مذاہب اعلیٰ سطح پر بہرحال ایک قادر مطلق خدا کے وجود کے قائل ہیں۔ تمام مقدس صحیفے درحقیقت توحید کی بات کرتے ہیں توحید یعنی صرف ایک سچے خدا پر ایمان۔

لوگ اپنے مفادات کی خاطر صحیفوں میں تحریف کرتے ہیں:

وقت گزرنے کے ساتھ اکثر مذہبی کتب اور صحف لوگوں کے مفادات اور اغراض کے ہاتھوں تحریف اور رد و بدل کا شکار ہو گئے۔ لہٰذا بہت سے مذاہب کا عقیدۂ توحید مسخ ہو کر کثرت پرستی یا کائنات پرستی میں تبدیل ہو گیا۔

قرآن مجید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم ممّا کتبت ایدیھم وویل لھم ممّا یکسبون

"پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی کتاب [1] کو اللہ کی جانب سے کہتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے ناچیز معاوضہ حاصل کر سکیں۔ پس ہلاکت ہے ان کے لیے اس لکھی ہوئی کتاب کی وجہ سے اور ہلاکت ہے اس کمائی کی وجہ سے۔"

[سورہ بقرہ آیت 79]

---

1. توریت کی تحریف کا مسئلہ اب ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے خود یہود بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ توریت "بالفاظہ" اللہ کا کلام ہے، بلکہ جدید تحقیقات سے تو یہاں تک عقدہ کشائی ہوئی ہے کہ توریت کے قوانین حمورابی (قدیم بابلی بادشاہ جس نے تاریخ میں سب سے پہلے قوانین سلطنت وضع کیے) کے قوانین سے ملتے جلتے ہیں۔

توحید

تعریف اور اس کے درجات

اسلام توحید کا قائل ہے جو محض عقیدۂ وحدانیت یعنی خدائے واحد و یکتا پر ایمان رکھنا نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔ توحید کے لغوی معنی یکتا اور ایک بنانے یعنی یکتائی اور یگانگی کا اثبات اور توثیق کے ہیں اور یہ عربی فعل "وَحَّدَ"[1] سے مشتق ہے جس کا مطلب ایک کرنا، ملا دینا اور باہم مضبوط اور استوار کرنا ہے۔

توحید[2] کو تین درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. توحید الرّبوبیہ
2. توحید الاسماء والصفات
3. توحید العبادہ

---

1. "وَحَّدَ" بابِ تفعیل کے فعلِ ماضی کا پہلا صیغہ ہے جس کا مضارع "یُوَحِّدُ" اور مصدر "تَوْحِیْد" ہے اسی سے "مُوَحِّد" کا اسمِ فاعل بنتا ہے۔

2. "الاحد لا بتاویل عدد" (خطبہ 150، از نہج البلاغہ) "وہ ایک ہے لیکن عددی اعتبار سے نہیں۔"

"ولا یشمل بحدّ ولا یحسب بعدّ۔" (خطبہ 184 از نہج البلاغہ) "وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔"

"کل مسمّی بالوحدۃ غیرہ قلیل" (خطبہ 63 از نہج البلاغہ) "خدا کے علاوہ "ہر ایک کہا گیا" قلیل ہے۔"

وہ ایک ہو کے بھی ہم سے گنا نہیں جاتا

توحید الرّبوبیّۃ (پروردگار کی وحدانیت):

توحید کا پہلا درجہ "توحید الرّبوبیّۃ" ہے۔ ربوبیت[1] اپنے لفظی مادہ "ربّ" سے مشتق ہے جس کا معنیٰ "مالک، کفیل اور پالنے والا" کے ہیں۔ لہٰذا توحید الربوبیّۃ سے مراد مالک و پروردگار کی وحدانیت کو قائم رکھنا ہے۔ توحید کا یہ درجہ اس بنیادی تصور پر استوار ہے کہ اللہ سبحانہ بلاشرکت غیرے اس کائنات کے ہونے کا سبب ہے۔ جبکہ یہاں کچھ بھی نہ تھا اسی نے تمام موجودات کو عدم سے خلق کیا ہے اور وہی بلاشرکت غیرے بغیر کسی طلب اور نیاز کے اس پوری کائنات و مافیہا کا خالق، پروردگار اور باقی رکھنے والا ہے۔

توحید الاسماء والصفات (اللہ کے نام اور صفات کی وحدانیت قائم رکھنا):

توحید کا دوسرا درجہ "توحید الاسماء والصفات" ہے جس سے مراد اللہ کے نام اور صفات کی تطبیق وحدانیت قائم رکھنا ہے۔ اس درجے کی پانچ صورتیں ہیں:

1۔ اللہ سبحانہ کا حوالہ اور ذکر خود ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے رسول کے بیان کردہ اوصاف کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔ اللہ سبحانہ کا ذکر اسی سلیقے کے ساتھ کیا جانا چاہیے جو خود اللہ اور اس کے رسول نے تعلیم فرمایا ہے۔ اس کے اسماء اور صفات کو ان کے واضح اور معروف معانی کے علاوہ خودساختہ معانی میں استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

2۔ اللہ سبحانہ کو اسی طرح یاد کرنا چاہیے جیسے وہ خود اپنا ذکر کرتا ہے اور اللہ کو کسی نئے نام یا صفت سے پکارنا یا متصف نہیں کرنا چاہیے۔ مثلاً اللہ سبحانہ کو "الغاضب" (غضب

---

1. "ربّ" بھی سامی زبانوں کا کثیر الاستعمال مادہ ہے۔ عبرانی، سریانی اور عربی تینوں زبانوں میں اس کے معنی پالنے کے ہیں۔ تاہم اسلام نے پرورش کے وسیع اور کامل معانی مراد لیے ہیں۔ اسی لیے "ربوبیت" کی ایک تعریف اس طرح کی گئی ہے:

هُو اِنشاءُ الشّي حالاً فحالاً اِلى حدِّ التّمام

یعنی کسی چیز کو یکے بعد دیگرے اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ اپنی حدِ کمال تک پہنچ جائے۔

(مفردات راغب اصفہانی)

کرنے والا) نہیں کہنا چاہیے ہر چند اس نے خود کہا ہے کہ وہ غضبناک ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ نام اللہ اور اس کے رسولؐ نے کبھی استعمال نہیں کیا لہٰذا ہم استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

3۔ اللہ سبحانہ کو اس کی مخلوق کی صفات سے یاد نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے اسے اس کی مخلوق کی صفات اور خصوصیات سے ہرگز متصف نہیں کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر بائبل میں خدا کو انسانوں کی طرح اپنے بُرے خیالات اور اشتباہات پر نادم و پشیمان دکھایا گیا ہے یہ مکمل طور پر توحید کے اصول کے خلاف ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ غلطی اور اشتباہ کا مرتکب ہوتا ہے نہ پشیمان اور نادم۔

قرآن پاک نے اللہ سبحانہ کو اس کی صفات کے ساتھ یاد کرنے کا کلیدی اصول سورۂ شوریٰ میں بیان فرمایا ہے:

لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر

"اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے[1] اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔"

[سورۂ شوریٰ آیت 11]

---

1. قرآن سے پہلے فکر انسانی اس درجہ بلند نہیں تھی کہ تمثیل کا پردہ ہٹا کر صفاتِ الٰہی کا جلوہ دیکھ سکتی اس لیے ہر تصور کی بنیاد تمام تر تمثیل و تشبیہ ہی پر رکھنی پڑی مثلاً توریت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف زبور کے ترانوں اور یشعیا کی کتاب میں خدا کے لیے شائستہ صفات کا تخیل موجود ہے لیکن دوسری طرف خدا کا کوئی مخاطبہ ایسا نہیں جو سرتا سر انسانی اوصاف و جذبات کی تشبیہ سے ملوث نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے جب چاہا کہ رحمتِ الٰہی کا عالمگیر تصور پیدا کریں تو وہ بھی مجبور ہوئے کہ خدا کے لیے باپ کی تشبیہ سے کام لیں۔

لیکن ان تمام تصورات کے بعد جب ہم قرآن کی طرف رُخ کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اچانک فکر و تصور کی ایک بالکل نئی دنیا سامنے آ گئی ہے۔ یہاں تمثیل و تشبیہ کے تمام پردے بہ یک دفعہ اُٹھ جاتے ہیں۔ انسانی جذبات و اوصاف کی مشابہت مفقود ہو جاتی ہے، ہر گوشہ میں مجاز کی جگہ حقیقت کا جلوہ نمایاں ہو جاتا ہے اور تجسم کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ تنزیہ مرتبہ کمال کی جانب بڑھتی نظر آتی ہے۔

تراش اور بھی اپنے تصور رب کو
ترا خدا کا تصور بڑا صنم ہے ابھی

اگرچہ سننا اور دیکھنا انسانی صفات ہیں لیکن جب یہ خدا کے ساتھ منسوب ہوں تو پھر اپنے کمال اور لامحدودیت میں ناقابلِ موازنہ ہیں۔ انسانوں کے برعکس کہ جو سننے اور دیکھنے کے لیے کانوں اور آنکھوں کے محتاج ہیں اور جن کی سماعت اور بصارت بہرحال محدود ہے۔

4۔انسانوں کو خدائی صفات سے متصف نہیں کرنا چاہیے

انسان کو خدائی صفت سے متصف کرنا بھی توحید کے اصول کے خلاف ہے مثلاً کسی انسان کو ایک بلا آغاز وانجام (لم یزل ولایزال) ہستی جاننا۔

5۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام اس کی مخلوق کو نہیں دیا جانا چاہیے

بعض الٰہی نام بدون صراحت، نکرہ صورت میں انسانوں کے لیے بھی روا ہیں جیسے کہ خود ذات باری تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے لیے استعمال کیے ہیں جیسے ''رؤف اور رحیم'' وغیرہ لیکن ''الرؤف'' (سب سے زیادہ مہربان) اور ''الرحیم'' (سب سے زیادہ رحم کرنے والا) صرف اسی صورت میں انسانوں کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں جب ان کے ساتھ ''عبد'' کے سابقے کا اضافہ کردیا جائے جس کا مطلب ہے بندہ یا غلام جیسے عبدالرحمان' عبدالرحیم اور عبدالکریم وغیرہ۔

توحید العبادہ:

عبادت کا معنی اور تعریف:

توحید العبادة سے مراد پرستش میں وحدانیت اور یکتائی کو قائم رکھنا ہے۔ عبادہ عربی لفظ ''عبد'' سے مشتق ہے جس کا مطلب بندہ یا غلام کے ہیں۔ لہٰذا عبادہ کے معنی بندگی اور پرستش کے ہوئے۔ نماز عبادت کی برترین اور بہترین صورتوں میں سے ایک صورت ہے نہ کہ ایک اکیلی صورت۔ لوگ خدائے عزوجل کی بندگی سے صرف ظاہری اور رسمی نمازیں مراد لے لیتے ہیں جبکہ اسلام میں بندگی اور پرستش کا مفہوم مکمل اطاعت، خودسپردگی اور تسلیم محض ہے۔ اللہ پاک کے واجبات کی بجاآوری اور محرمات سے باز رہنے کا نام عبادت ہے اور یہ عبادت

صرف اور صرف خدائے عزوجل کے لیے سزاوار وزیبا ہے نہ کہ کسی اور کے لیے۔

توحید کے تینوں درجات کی بیک وقت رعایت ضروری ہے۔ توحید کے پہلے دو درجوں کی تو رعایت کی جائے لیکن توحید العبادہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ جزوی پیروی رائیگاں ہے۔ قرآن حکیم پیغمبر گرامیؐ کے زمانے کے مشرکین کی مثال دیتا ہے کہ جو توحید کی پہلی دو صورتوں کی تصدیق کرتے تھے۔ یہ قرآن حکیم میں اس طرح مذکور ہیں۔

قل من یرزقکم من السمآء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی و من یدبر الامر ط فسیقولون اللّٰہ ط فقل افلا تتقون o

''کہہ دیجئے! تمہیں آسمان اور زمین میں سے رزق کون دیتا ہے؟ سماعت اور بصارت کا مالک کون ہے؟ اور کون ہے جو بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو پیدا کرتا ہے؟ اور کون ہے جو امر (عالم) کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ کہیں گے: اللہ۔ پس کہہ دیجئے: تو پھر تم ڈرتے نہیں ہو؟''

[سورۂ یونس، آیت 31]

قرآن مجید نے سورہ زخرف میں ایسی ہی ایک اور مثال پیش کی ہے:

ولئن سألتھم من خلقھم لیقولن اللّٰہ فانی یؤفکون o

''اگر آپؐ ان سے پوچھیں: انہیں کس نے خلق کیا ہے؟ تو یقیناً یہ کہیں گے: اللہ نے۔ پھر کہاں اُلٹے جا رہے ہیں؟''

[سورۂ زخرف، آیت 87]

مشرکین مکہ جانتے تھے کہ اللہ ان کا خالق، ربّ، مالک اور آقا ہے لیکن پھر بھی وہ مسلم نہیں تھے کیونکہ وہ اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں (بتوں) کو بھی پوجتے تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں کفار (انکار کرنے والے) اور مشرکین (بت پرست اور وہ جو خدا کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراتے ہیں) کا درجہ دیتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون

''اُن میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان لانے کے مشرک ہی ہیں۔''[1]

[سورۂ یوسف، آیت 106]

بنابرایں توحید العبادہ یعنی پرستش اور بندگی میں وحدانیت کا پاس رکھنا توحید کا سب سے اہم پہلو ہے۔ خدا ہی پرستش اور بندگی کے لائق ہے اور وہی انسان کو اس کی بندگی کے عوض اجر اور انعام سے نواز سکتا ہے۔

---

1. ایمان اور شرک کے مراتب ہیں بہت سے لوگوں کا ایمان شرک کے ساتھ مزوج ہوتا ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: (الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل) شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی (پوشیدہ) ہے۔

شرک

تعریف

توحید کے بیان کردہ درجات میں سے کسی ایک کا ترک یا توحید کے کسی پہلو کی تکمیل میں نقص اور کمی کا ارتکاب شرک کہلاتا ہے۔ شرک کے لغوی معنی ساجھا اور شمولیت یا ساتھی بنانا اور ملانا کے ہیں اور اسلامی اصطلاح میں اللہ سبحانہ کے ساتھ رفیق، حصے دار اور ساجھی قرار دینا ہے اور یہ بت پرستی پر صادق آتا ہے۔

شرک سب سے بڑا گناہ ہے جو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا:

قرآن مجید سورۂ نساء میں شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیتا ہے:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشآء ج و من یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما ○

"اللہ اپنے ساتھ شریک ٹھہرائے جانے کو یقیناً معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جس گناہ[1] کو چاہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مقرر کیا اس نے عظیم گناہ کا بہتان باندھا۔"[2]

[سورہ نساء آیت 48]

---

1. یعنی ایسے گناہ جن سے مومن توبہ کیے بغیر ہی مر جائیں، اللہ تعالیٰ اگر کسی کے لیے چاہے گا، تو بغیر کسی قسم کی سزا دیئے معاف فرما دے گا لیکن شرک کسی صورت معاف نہیں ہوگا جسے قرآن میں ایک اور مقام (سورہ لقمان) میں (انّ الشرکَ لظلمٌ عظیمٌ) "شرک ظلم عظیم ہے" سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث میں اسے سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اکبر الکبائر الشرک باللہ۔

حضرت علی فرماتے ہیں: "ما فی القرآن ارجی من ھذہ الآیۃ" "اس آیت سے زیادہ امید افزا آیت قرآن میں نہیں ہے۔" شرط صرف شرک باللہ سے خود کو دور رکھنا ہے۔ (مجمع البیان)

سورۂ نساء ہی میں اسی پیغام کو پھر دہرایا گیا ہے:

ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشآء ج و من یشرک بالله فقد ضل ضللاً بعیدا O

''اللہ صرف شرک سے درگزر نہیں کرتا اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کردیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں دُور تک چلا گیا۔''

[سورۂ نساء آیت 116]

شرک آتشِ دوزخ میں پہنچا دیتا ہے:

قرآنِ حکیم سورۂ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے:

لقد کفر الذین قالوٓا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم ط و قال المسیح یبنی اسرآءِیل اعبدوا اللّٰہ ربی و ربکم ط انہ من یشرک باللّٰہ فقد حرم اللّٰہ علیہ الجنۃ و ماوٰہ النار ط وما للظّٰلمین من انصار O

''وہ لوگ یقیناً کافر ہو گئے جو کہتے ہیں، مسیح بن مریم ہی خدا ہیں جبکہ خود مسیح کہا کرتے تھے، اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کیا کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ یقیناً جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا بے شک اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔''[1]

[سورۂ مائدہ، آیت 72]

پرستش اور فرمانبرداری اللہ کے سوا کسی کی نہیں:

قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں ارشاد رب العزت ہے:

---

1. موجودہ انجیل میں بھی قرآن مجید کے اس بیان کی شہادت موجود ہے چنانچہ انجیل یوحنا میں درج ہے۔
''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ اکیلے سچے خدا کو اور تیرے بھیجے ہوئے (رسول) یسوع مسیح کو جانیں۔''
[انجیل مقدس یوحنا، باب 17، آیت 3]

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمة سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللّٰہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ ط فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ٥

"کہہ دیجئے! اے اہلِ کتاب! اس کلمے کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں پس اگر نہ مانیں تو ان سے کہہ دیجئے، گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں۔"

[سورۂ آل عمران آیت 64]

شیخ نے ایک زمانے کی عبادت کی ہے
اور رکھا ہے خدا کو بھی پرستش میں شریک

تتمّہ

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

ولا تسبوّوا الّذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدوًا بغیر علمٍ ط

''اور اللہ کو چھوڑ کر جنہیں یہ پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہو۔ مبادا وہ عداوت اور نادانی میں اللہ کو برا کہنے لگیں۔''[1]

[سورۂ انعام، آیت 108]

منہ سے نکلی ہوئی باتیں بھی پلٹ سکتی ہیں
دینے والے کی طرف لوٹ کے گالی جائے

ولو انّ ما فی الارض من شجرۃٍ اقلامٌ وّ البحر یمدّہٗ من بعدہٖ سبعۃ ابحرٍ مّا نفدت کلمٰت اللّٰہ ط انّ اللّٰہ عزیزٌ حکیمٌ o

''اور اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر کے ساتھ مزید سات سمندر مل کر سیاہی بن

1. (ا) امام شوکانی نے اس آیت کو سد ذریعہ کے لیے اصل اصیل جانا ہے۔ (فتح القدیر)
(ب) گالی اور دشنام اپنی جگہ ایک بُرا عمل ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس بُرے عمل کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ یہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ''برائت'' اور ''سب'' ایک چیز ہے۔ پاک کردار لوگ بدکرداروں کی بدکرداری سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جو ''برائت'' ہے جبکہ گالی گلوچ گھٹیا لوگوں کا کام ہے، لہٰذا اعلیٰ کردار کے مالک لوگ ''برائت'' کرتے ہیں ''سب'' نہیں۔
(ج) اسی طرح نبیؐ نے بھی فرمایا ہے: کسی کے ماں باپ کو گالی مت دو کہ اس طرح تم خود اپنے والدین کے لیے گالی کا سبب بن جاؤ گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر)

جائیں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے یقیناً اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔"

[سورہ لقمان، آیت 27]

یٰاَیُّها النّاس ضرب مثلٌ فاستمعوا لهٗ ؕ انّ الّذین تدعون من دون اللّٰه لن یّخلقوا ذبابًا وّلواجتمعوا لهٗ ؕ و ان یّسلبهم الذّباب شیئًا لّا یستنقذوہ منه ؕ ضعف الطّالب والمطلوب ۝

"اے لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے اسے سنو: اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بنانے پر بھی ہرگز قادر نہیں ہیں خواہ اس کام کے لیے وہ سب جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو یہ اس سے اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طالب[1] اور مطلوب دونوں ناتواں ہیں۔"

[سورۂ حج، آیت 73]

اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو عالمین کا مالک، خالق، رب اور رازق ہے۔

---

1. طالب سے مراد، خود ساختہ معبود اور مطلوب سے مراد مکھی یا بعض کے نزدیک طالب سے، پجاری اور مطلوب سے اس کا معبود مراد ہے۔ حدیث قدسی میں معبودانِ باطل کی بے بسی کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح پیدا کرنا چاہتا ہے اگر کسی میں واقعی یہ قدرت ہے تو وہ ایک ذرہ یا ایک جَو ہی پیدا کر کے دکھا دے۔"

[صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب لاتدخل الملائکة بیتا فیه کلب ولاصورة]

بزم سوال و جواب

تصور خدا کے متعلق سوالات

سوال نمبر 1: عیسائیت میں تثلیث کا تصور ہے باپ بیٹا اور روح القدس اور تینوں ایک ہیں کیا اس سے ہم یہ سمجھیں کہ وہ ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں؟

جواب: اگر آپ دقت سے تثلیث کا تجزیہ کریں تو یہ انجیل میں کہیں نہیں ہے آپ پوری انجیل کا مطالعہ کر لیں لفظ تثلیث آپ کو کہیں نہیں ملے گا تاہم یہ لفظ آپ کو قرآن میں ملے گا:

ولا تقولوا ثلاثة ط انتھوا خیرا لکم

"اور یہ نہ کہو کہ تین ہیں۔ اس سے باز آ جاؤ کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"[1]

[سورۃ نساء، آیت 171]

---

1. مسیحیوں کے عقیدۂ تثلیث کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر:
سب سے پہلے یہ اختلاف وجود میں آیا کہ مسیح اللہ ہے یا نبی؟ یہ نظریہ پہلے سے موجود تھا کہ مسیح اللہ کے نبی ہیں۔ دوسرا نظریہ یہ قائم ہوا کہ ان کا اللہ کے ہاں خاص مقام ہے۔ تیسرا نظریہ یہ وجود میں آیا کہ مسیح چونکہ بن باپ کے پیدا ہوئے اس لیے وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور مخلوق بھی۔ چوتھا نظریہ یہ پیدا ہوا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں مخلوق نہیں۔ 325 عیسوی میں ان اختلافات کے تصفیہ کے لیے روم میں ایک بڑا اجتماع ہوا جس میں 48 ہزار علماء اور ماہرین نے شرکت کی۔ شہنشاہ قسطنطین نے جو حال ہی میں مسیحی بن گیا تھا، یہ نظریہ اپنا لیا کہ مسیح ہی خدا ہے، چنانچہ باقی مذاہب خصوصاً نظریہ توحید پر پابندی لگا دی گئی۔ اس کے بعد روح القدس کے بارے میں اختلاف ہوا۔ کچھ نے اس کو خدا کا درجہ دیا اور کچھ منکر ہو گئے۔ 381 عیسوی میں قسطنطنیہ میں ایک اور اجتماع ہوا جس میں یہ فیصلہ ہوا: روح القدس روح اللہ ہے، روح اللہ اللہ کی حیات ہے۔ اگر ہم نے روح اللہ کو مخلوق کہہ دیا تو اللہ کی حیات مخلوق قرار پاتی ہے اور اللہ حی نہیں رہتا اور اگر ہم نے اللہ کو حی (زندہ) نہیں سمجھا تو ہم کافر ٹھہریں گے۔ چنانچہ اس اجتماع میں روح القدس بھی خدا کے درجے پر فائز ہو گیا۔ یوں باپ، بیٹے اور روح القدس کی تثلیث کو آخری شکل دے دی گئی۔ (محمد ابوزہرہ کی کتاب "محاضرات فی النصرانیہ" سے تلخیص۔)

قرآن مجید سورۃ مائدہ میں بھی اسی طرح کا پیغام دہراتا ہے:

لقد کفر الذین قالو ان اللہ ثالث ثلاثۃ وما من الہ الا الہ واحد ط

''وہ لوگ قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: اللہ تین میں کا تیسرا ہے[1] جبکہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

[سورۃ مائدہ، آیت 73]

انجیل میں اس مفہوم سے قریب ترین آیت درج ذیل ہے:

''کیونکہ تین ہیں جو گواہی دیتے ہیں یعنی آسمان پر باپ اور بیٹا اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہی ہیں۔'' [انجیل، خطوط عام، 1۔ یوحنا، باب 5 آیت 7]

لیکن اگر آپ انتہائی ممتاز اور جید 32 مسیحی دانشور (علماء) کا نظرثانی شدہ نسخہ[2] ملاحظہ فرمائیں کہ جن کی معاونت پر پچاس مسیحی محقق مامور تھے، تو آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے اس آیت کو جعلی اور ساختہ قرار دے کر حذف کر دیا ہے یہ کام مسلمانوں یا غیر مسیحی علماء نے نہیں بلکہ 32 جید اور ممتاز مسیحی دانشوروں نے کیا ہے ہم مسلمانوں کو ان الہیاتی متخصصین کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ جو انجیل کو ایک درجہ قرآن کے قریب لے آئے ہیں کہ قرآن ارشاد فرماتا ہے: "ولا تقولوا ثلاثۃ" اور تین مت کہو' حضرت عیسیٰؑ نے کبھی تثلیث کی بات نہیں کی کہ تینوں ایک ہیں بلکہ درحقیقت انہوں نے یہ کہا ہے:

''باپ مجھ سے بڑا (Greater) ہے۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 14 آیت 28]

---

1. مسیحی انجیل کی صریح تعلیمات کی بنا پر خدائے واحد کو مانتے ہیں دوسری طرف وہ روح القدس اور مسیح کو بھی خدا مانتے ہیں توحید میں تثلیث اور تثلیث میں توحید کا عقیدہ بہت سے تضادات کو جنم دیتا ہے کہ جن کے حل اور جن کی تشریح میں عیسائی فرقوں میں بٹ جاتے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ 'جوہر' ہونے کے اعتبار سے ایک اور 'اقانیم' ہونے کے اعتبار سے تین ہے وہ ''وجود''، ''حیات'' اور ''علم'' کو اقانیم کہتے ہیں وجود کو باپ علم کو بیٹا اور حیات کو روح القدس کہتے ہیں پھر وہ جوہر اور اقانیم کے تعلق کی نوعیت میں اختلاف کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔

2. غالباً فاضل مصنف کا اشارہ بائبل کے اس نسخے کی طرف ہے جسے 1937ء میں "American Standard Bible Committee" نے "International Council of Religious Education" کے ایماء پر تجدید نظر کے مرحلے سے گزارا۔ یہ مہم 32 دانشوروں اور 50 مشاوروں کی باہمی معاونت سے سرانجام پائی اور یوں 1946ء میں عہدنامہ جدید اور 1952ء میں مکمل ''کتابِ مقدس'' منظرِ عام پر آئی۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''باپ سب سے بڑا (Greater) ہے۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 10، آیت 29]

مزید فرماتے ہیں:

''میں خدا کی روح (Spirit) سے بدروحوں کو نکالتا ہوں۔''

[انجیل مقدس متی باب 12، آیت 28]

ایک اور جگہ اس سے ملتا جلتا ارشاد فرماتے ہیں:

''میں خدا کی قدرت سے بدروحوں (Devils) کو نکالتا ہوں۔''

[انجیل مقدس لوقا باب 11، آیت 20]

یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے:

''میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا جیسے میں سنتا ہوں ویسے ہی عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی کو نہیں بلکہ اس کی مرضی کو جس نے مجھے بھیجا چاہتا ہوں۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 5، آیت 30]

پس حضرت عیسیٰؑ نے کبھی تثلیث کی بات نہیں کی بلکہ جب فقیہوں میں سے ایک نے پاس آ کر حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا:

''سب سے پہلا حکم کون سا ہے؟ O یسوع نے جواب دیا کہ پہلا یہ ہے۔'' سن اے اسرائیل کہ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔''

(انجیل مقدس، مرقس باب 12، آیت 29]

لیکن اگر آپ کلیسا سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ باپ ایک ذات ہے بیٹا ایک اور، اور روح پاک ایک اور لیکن یہ ذوات ایک ہی ذات ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی بھلا؟ شخص، شخص،

شخص لیکن ایک ہی شخص!!

نہ کہ 1+1+1=3

1+1+1=1

اگران سے پوچھا جائے: فرض کریں تین شخص جڑواں بھائی ہیں اگر ان میں سے ایک قتل کر دے تو کیا دوسرے کو پھانسی دی جا سکتی ہے۔ تو کہتے ہیں: ہرگز نہیں۔ پوچھا جائے: کیوں۔ تو کہتے ہیں: تین مختلف شخصیات ہیں ایک قتل کرے تو دوسرے کو سزا نہیں دی جا سکتی کیونکہ تینوں جداگانہ شخصیت کے حامل ہیں۔ اسی طرح ایک عیسائی کے نزدیک ''باپ'' کا تصور کچھ یوں ہے ایک سن رسیدہ شخص جیسے سانٹا کلاز، آسمانوں میں کہیں براجمان...... وغیرہ اور جب بیٹے کا تصور کرے تو ایک دراز قد رجل، مشفق اور مسیحا مزاج جیسے ''جیفری ہنٹر'' جسے آپ فلم King of the Kings میں دیکھ سکتے ہیں جس نے حضرت عیسیٰؑ کا کردار نبھایا ہے اور جب مقدس روح کا تصور کرتے ہیں: وہ کبوتر کی مانند آسمان سے اتری اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی جب انہیں بپتسمہ دیا گیا یا وہ ایک روح ہے...... وغیرہ وغیرہ لیکن اگر آپ ان سے پوچھیں: تثلیث کے وقت آپ کے ذہن میں کتنی تصویریں ہوتی ہیں تو کہیں گے: ایک۔ یقین کیجئے کہ وہ آپ کو الجھا رہا ہے۔

کیونکہ 3=1+1+1 نہ کہ 1۔

سوال نمبر2: خدا انسانی روپ کیوں نہیں دھار سکتا؟

جواب: اگر خدا چاہے تو وہ انسانی شکل میں ظہور کر سکتا ہے لیکن جونہی وہ انسانی شکل میں ظاہر ہوگا خدا نہیں رہے گا خدا کے مرتبے سے معزول ہو جائے گا کیونکہ خدا اور انسان باہم متضاد ہیں۔ انسان فانی ہے جبکہ خدا لافانی ہے۔ کیا ایک ہی ذات بیک وقت فانی اور لافانی ہو سکتی ہے؟ انسان ابتدا رکھتا ہے جبکہ خدا کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔ کیا ایک ہی ذات بیک وقت حادث اور قدیم ہو سکتی ہے؟ انسان کا ایک اختتام ہے جبکہ خدا کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ کیا ایک ہی ذات بیک وقت اختتام پذیر اور اختتام ناپذیر ہو سکتی ہے؟ نہیں یہ نامعقول ہے۔

مولائے بندہ صفات یا بشر پیکر خدا (God-Man) وجود نہیں رکھتا کیونکہ یا تو وہ خدا ہے یا انسان ہے دونوں کا امتزاج مہمل اور لغو ہے لہٰذا خدا انسان بن سکتا ہے لیکن پھر وہ

خدا نہیں رہے گا وہ انسان ہی بن جائے گا۔ کیونکہ انسان غذا کا محتاج ہے جبکہ خدا غذا کا محتاج نہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے:

وھو یطعم ولا یطعم ط

''جبکہ وہی کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا۔''

[سورۃ انعام آیت 14]

انسان آرام کا اور نیند کا محتاج ہے جبکہ قرآن مجید آیت الکرسی میں فرماتا ہے:

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ج لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ط لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ط

''اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے۔''

[سورۃ بقرہ، آیت 255]

لہٰذا اگر خدا انسان بنے تو خدا نہیں رہے گا، خدا اور انسان باہم یکجا نہیں ہو سکتے اور اگر بالفرض خدا انسان کی صورت میں آ جائے اور انسانی صفات اختیار کر لے تو آپ اس انسان کی عبادت کیوں کرنے لگے؟ کیونکہ اب تو وہ آپ جیسا اور مجھ جیسا ایک انسان ہے پھر تو آپ کی اور میری بھی عبادت کی جا سکتی ہے کیونکہ وہ آپ جیسی اور مجھ جیسی ہی قوتوں کا مالک انسان ہے اپنے ہی جیسے انسان کی عبادت سے فائدہ؟

اور پھر دوسری طرف سے یہ انسان اب خدا نہیں بن سکے گا یہ ناممکن ہے کیونکہ اگر یہ ممکن ہوتو پھر ہم آپ بھی کل خدا بنے ہوں گے۔

لہٰذا اگر خدا انسان بننا چاہے تو وہ بن سکتا ہے لیکن پھر خدا نہیں رہے گا لہٰذا خدا کبھی بھی انسان بننا نہیں چاہے گا۔ اللہ سبحانہ جھوٹ بول سکتا ہے لیکن کبھی نہیں بولے گا کیونکہ جھوٹ بولنا غیر خدائی فعل ہے جونہی وہ جھوٹ بولے گا خدا نہیں رہے گا۔ اللہ سبحانہ چاہے تو ظلم کر سکتا ہے لیکن کبھی نہیں کرے گا کیونکہ ظلم غیر خدائی فعل ہے جیسے کہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرہ ج

''یقیناً اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔''

[سورۃ نساء آیت 40]

پس اگر وہ ظلم کرے گا تو خدائی سے معزول ہو جائے گا اللہ سبحانہ چاہے تو غلطی کر سکتا ہے لیکن کبھی نہیں کرے گا کیونکہ غلطی کرنا خدائی شان کے خلاف ہے قرآن حکیم فرماتا ہے:

لا یضل ربی ولا ینسیٰ

''میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔''

[سورۃ طہ، آیت 52]

پس خدا غلطی کرے گا تو خدا نہیں رہے گا اسی طرح اللہ بھولتا نہیں ہے کہ بھولے گا تو خدا نہیں رہے گا کیونکہ بھولنا بھی خدائی شان کے خلاف ہے۔

لا یضل ربی ولا ینسیٰ

''میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔''

{سورہ طہ آیت 20]

بنابرایں قرآن مجید متعدد مقامات پر فرماتا ہے:

ان اللہ علی کل شئی قدیر

''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

[سورۃ بقرہ آیت 284,109,106]، [سورۃ آل عمران، آیت 3]

[سورۃ نحل آیت 77]، [سورۃ فاطر آیت 1]

لیکن خدا صرف خدائی کام کرتا ہے جو اسے زیبا ہیں۔ خدائی شان کے خلاف افعال سرانجام نہیں دیتا قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

فعّال لما یرید

''وہ جو چاہتا ہے اسے خوب انجام دیتا ہے۔''

[سورۃ برج، آیت 16]

اس نظریے کو کہ خدا انسانی شکل و صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے ''تجسیمیت'' یا

''بشر پیکری عقیدہ'' (Anthropomorphism)[1] کہتے ہیں اور اکثر بڑے مذاہب کہیں نہ کہیں، ایک، آدھ بار یا بار بار اس کے قائل نظر آتے ہیں اور وہ اس کے پیچھے بظاہر بڑی خوبصورت منطق اور توجیہ پیش کرتے ہیں: خدا بہت مقدس ہے وہ بزرگ و برتر، پاک و پاکیزہ اور قادرِ مطلق خدا پست، آلائشوں سے بھرے مجبور انسان کے مسائل، مجبوریاں اور عاجزیاں درک نہیں کر سکتا۔ لہٰذا خدا نہیں جانتا کہ جب انسان دکھی ہو تو کیسا محسوس کرتا ہے۔ جب کسی مشکل سے دوچار ہو تو اس کے احساسات و جذبات کا کیا ردِ عمل ہوتا ہے۔ لہٰذا خدائے عز و جل انسانی روپ دھارتا ہے تاکہ اس دنیا میں انسانوں کے لئے قوانین وضع کر سکے۔

ظاہری طور پر یہ بڑی خوبصورت توجیہ لگتی ہے لیکن میں ان لوگوں سے کہوں گا: فرض کرتے ہیں میں ٹیپ ریکارڈر بنانے والا ہوں تو کیا میں ٹیپ ریکارڈر کا اچھا برا جاننے کے لئے خود ٹیپ ریکارڈر بن جاؤں گا؟ نہیں میں صرف رہنما کتابچہ تیار کروں گا کہ جب آپ اسے چلانا چاہیں تو اس میں کیسٹ ڈال کر 'Play' کا بٹن دبائیں، روکنا چاہیں تو 'Stop' کا بٹن دبا دیں۔ جب Fast` Forward کرنا چاہیں تو FF کا بٹن دبائیں۔ گرنے سے بچائیں اسے نقصان پہنچ سکتا ہے، پانی میں مت ڈبوئیں خراب ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ پس میں ٹیپ ریکارڈر کے ساتھ ایک ہدایت نامہ فراہم کر دوں گا نہ کہ ٹیپ ریکارڈر کا اچھا برا جاننے کے لئے خود ٹیپ ریکارڈر بن جاؤں گا۔ اسی طرح خدائے علیم و خبیر ہمارا خالق ہے وہ مخلوق کی اچھائی برائی جاننے کے لئے مخلوق نہیں بنتا بلکہ رہنما کتاب بھیجتا ہے اور آخری اور حتمی ہدایت نامہ قرآن کریم فرقان حکیم ہے اس میں انسان کے اوامر و نواہی (Do's and dont's) درج ہیں۔ اسے رہنما کتاب انسانوں تک پہنچانے کے لئے بھی زمین پر انسانی صورت میں آنے کی ضرورت نہیں وہ انہی انسانوں میں سے کچھ خاص بندوں کو منتخب کر لیتا ہے جو الٰہی پیغام ہم تک پہنچاتے ہیں۔ انہی کو ہم پیغام بر کہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ ان کے ساتھ بذریعہ وحی کلام کرتا ہے یہ کسی بھی منطقی شخص کے لئے بہت واضح ہے کہ خدائے ذوالجلال انسانی بھیس میں نہیں آتا۔ اسی لئے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

---

1. یعنی انسان کا خدا کی ذات کو اپنی ہی شکل و صورت پر قیاس کرنا

صمّ بکم عمی فھم لا یرجعون
''وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں پس وہ باز نہیں آئیں گے۔''

[سورۃ بقرہ آیت 18]

ایسا ہی پیغام انجیل میں ہے:

''کیونکہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے۔''

[انجیل مقدس متی باب 13 آیت 13]

رگ وید میں بھی ایسا ہی پیغام ہے۔

''کوئی ایسا بھی ہوسکتا ہے جو لفظوں کو دیکھتے ہوئے نہ دیکھتا ہو اور کوئی اور ایسا بھی ہوسکتا ہے جو لفظوں کو سنتے ہوئے نہ سنتا ہو۔''

[کتاب 10، باب 71، اشلوک 4]

گر وہ بے قید کسی طور مقید ہوتا
تو خدا پیکر انساں میں محمدؐ ہوتا

سوال نمبر 3: جب تمام مذاہب کہتے ہیں: خدا ایک ہے اور توحید کا درس دیتے ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام مذہبی کتابیں اور صحیفے خدا کا کلام ہیں اور انسان چاہے اسلام، عیسائیت یا ہندو مذہب پر عمل کرے ایک ہی بات ہے؟

جواب: بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی لاحق ہے کہ اسلام 1400 سال قبل وجود میں آیا ہے اور محمدؐ اس کے بانی ہیں۔ درحقیقت اسلام اس وقت سے موجود ہے جب انسان نے اس زمین پر قدم رکھا تھا قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا ط وان من امّۃ الاّ خلا فیھا نذیر
''ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔''

[سورۃ فاطر، آیت 24]

ایک اور آیت میں ارشاد رب العزت ہے:

ولکل قوم هاد

"اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔"

[سورۃ رعد، آیت 7]

قرآن حکیم نے نام کے ساتھ صرف 25 پیغمبروں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ہمارے محبوب پیغمبرؐ کا ارشاد گرامی ہے: "ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد پیغمبر مبعوث فرمائے گئے ہیں۔" قرآن نے صرف 25 پیغمبروں کا نام کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اسی طرح نام کے ساتھ ہم چار وحی کو جانتے ہیں۔

(1) تورات۔ (2) زبور۔ (3) انجیل۔ (4) فرقان یعنی قرآن

تورات وہ وحی ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔

زبور وہ وحی الٰہی ہے جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی۔

انجیل اس وحی کو کہتے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔

قرآن حضرت محمدؐ پر نازل ہونے والی آخری اور حتمی وحی الٰہی کا نام ہے۔

لیکن اگر تجزیہ کیا جائے تو قرآن کے علاوہ کوئی بھی مذہبی کتاب چاہے وہ کلام خدا ہو یا نہ ہو دست برد زمانہ سے محفوظ نہیں رہی اور تحریف کا شکار ہوگئی ہے۔ مثال کے طور پر انجیل وحی الٰہی تھی لیکن موجودہ انجیل وہ انجیل نہیں ہے جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی اور جس کے وحی ہونے پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ بائبل کلام خدا پر بھی مشتمل ہے اور کلام پیغمبر، مورخ کے الفاظ اور کچھ کھلے ڈلے مبہم مواد پر بھی۔ یہ سب کا سب خدا کا کلام نہیں۔ مسیحی سکالرز کا بائبل پر نظرثانی کرنا کوئی اچھنبے یا خدشے کی بات نہیں۔ ہم اس حقیقی وحی پر ایمان رکھتے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو عطا فرمائی گئی لیکن موجودہ وحی وہ وحی نہیں ہے ہاں اس وحی کے کچھ حصوں پر مشتمل ضرور ہوسکتی ہے پس یہ دیکھنے کے لئے کہ کون سا حصہ درست ہے اور کون سا غلط "فرقان[1]" سے رجوع کیا جائے گا جو کہ آخری اور حتمی وحی ہے۔

---

1. قرآن نہ صرف ماقبل آسمانی اور مذہبی کتب اور صحیفوں کے لئے فرقان (غلط اور صحیح میں فرق کرنے والا) ہے بلکہ مابعد مذہبی کتب جیسے صحاح ستہ یا کتب اربعہ کے لئے بھی فرقان ہے۔ صد حیف کہ مسلمان روایات کو آیات کی روشنی میں دیکھنے کے بجائے آیات کو روایات کی دھند میں دیکھتے ہیں۔

اسی طرح اگر ہم خاتم النبین ؐ سے ماقبل تمام انبیاء علیہم السلام اور فرقان حمید سے ماقبل تمام نازل شدہ کتب کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ تمام ماقبل انبیا علیہم السلام اور تمام سابقہ آسمانی کتب اور صحائف کسی خاص ملت، علاقے اور وقت سے مخصوص تھے جیسا کہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

ورسوله الى بنىٓ اسرآء يل لا انى قد جئتكم باٰيته من ربكم ج انىٓ افلق لكم من الطين كهيئة الير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله ج وابرى الاكمه والابرص واحى الموتىٰ باذن الله ج

''اور (وہ) بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے رسول کی حیثیت سے (کہے گا): میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ [1] بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ [2] اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا اور مردے کو زندہ کرتا ہوں......''

[سورۃ آل عمران، آیت 49]

یعنی حضرت عیسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔

قرآن مجید کا ایسا ہی ایک اور ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

واذ قال موسىٰ لقومه يقوم لِمَ تؤذوننى وقد تعلمون انى رسول الله اليكم فلما زاغوٓا ازاغ الله قلوبهم ط والله لا يهدى القوم الفٰسقين

''اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ پس جب وہ ٹیڑھے رہے تو اللہ نے ان کے دلوں

---

1. "اخلق لکم" خلق متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے:

i. خلق ابداعی یعنی عدم سے وجود میں لانا۔ یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

ii. خلق تشکیلی یعنی ایک شے سے دوسری شے بنانا۔

iii. خلق تقدیری یعنی اندازہ کرنا۔ خلق ان دو معنوں میں غیر اللہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

2. معجزات طبیعی قوانین کی عام دفعات کے تحت نہیں ہونے ورنہ یہ سب کے لئے قابل عمل ہوتے اور ''معجزہ'' نہ ہوتے معجزہ اس وقت معجزہ ہوتا ہے جب یہ سطحی اور ظاہری علل و اسباب کے سلسلے کو توڑ دے۔ البتہ معجزے کے اپنے علل و اسباب ضرور ہوتے ہیں جو ہر ایک کے لئے قابل تسخیر نہیں ہوتے۔

کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

[سورۃ صف، آیت 5]

ایسا ہی پیغام انجیل میں ہے:

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان سے حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا...... بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔"

[انجیل مقدس، متی، باب 10، آیت 6-5]

انجیل میں اسی مفہوم کا پیغام ایک اور جگہ دہرایا گیا ہے:

"اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"

[انجیل مقدس متی باب 15، آیت 24]

پس نبی گرامیؐ سے ماقبل تمام انبیاء علیہم السلام اور قرآن سے ماقبل تمام آسمانی کتب کہ جن میں سے صرف تین کا نام قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ان کے علاوہ متعدد صحیفے بھی نازل فرمائے گئے ہیں جیسے صحفِ ابراہیم وغیرہ، کسی خاص وقت، کسی خاص علاقے اور کسی خاص قوم کے لئے تھے لیکن پیغمبر اسلامؐ تمام قوموں، تمام بلاد و مناطق اور تمام زمانوں کے لئے رسولؐ ہیں جیسا کہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

"اور ہم نے آپ کو بس رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔"

[سورۃ انبیاء، آیت 107]

ایک اور مقام پر ارشاد قدرت ہے:

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا و لکن اکثر الناس لا یعلمون

"اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"[1]

[سورۃ سبا، آیت 28]

اسی طرح تمام مذہبی کلام جو قرآن سے پہلے نازل ہوا وہ انہی لوگوں اور اسی وقت کے لئے تھا لیکن قرآن جیسے کہ خود بیان فرماتا ہے، بنی نوع انسان کے لیے ہدایت ہے:

ھذا بلغ للناس ولینذروا بہ و یعلموآ انما ھو الہ واحد ولیذکّرُو ولوا الالباب

"یہ تمام انسانوں کے لئے ایک پیغام ہے تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو تنبیہ کی جائے اور وہ جان لیں کہ معبود تو بس وہ ایک ہی ہے نیز عقل والے نصیحت حاصل کریں۔"

[سورۃ ابراہیم آیت 52]

یہی پیغام ایک اور جگہ یوں آیا ہے:

شھر رمضان الذیٓ انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینٰتٍ من الھدٰی و الفرقان

"ماہ رمضان کہ جس میں قرآن نازل[2] کیا گیا جو انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور راہنمائی اور (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والے دلائل پر مشتمل ہے۔"

[سورۃ بقرہ، آیت 185]

---

1. مکہ میں نازل ہونے والی یہ آیت مستشرقین کے اس اعتراض کا دندان شکن جواب ہے جو کہتے ہیں کہ محمدؐ کا خیال شروع میں یہ تھا کہ وہ صرف اہل مکہ اور گردوپیش کی چند بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ بعد میں غیر متوقع کامیابی دیکھ کر پہلے یہ دعویٰ شروع کیا کہ میں پورے جزیرۃ العرب کی طرف مبعوث ہوا ہوں اور بعد میں دعویٰ کیا کہ پورے عالم کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

2. اس آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا جبکہ عملاً قرآن 23 سال میں بتدریج نازل ہوا ہے اس کی تین وضاحتیں نقل کی جاتی ہیں۔(i) رمضان میں نزول قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ مکمل قرآن کسی ایک رمضان میں نازل ہو گیا بلکہ یہ ہے کہ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتار دیا گیا اور وہاں "بیت العزۃ" میں رکھ دیا گیا وہاں سے حسب حالات 23 سال تک اترتا رہا۔ (ii) بعض کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان میں نزول قرآن کا آغاز ہوا اور پہلی وحی جو غار حرا میں آئی رمضان میں آئی۔ (iii) قرآن شب قدر میں قلب رسولؐ پر نازل ہوا بعد میں بیان احکام کے لئے وحی کے انتظار کا حکم تھا۔ تیسرے اور پہلے قول میں مماثلت ہے فرق صرف آسمان دنیا پر "بیت العزۃ" اور "قلب رسولؐ" کا ہے۔

انآ انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق ج فمن اهتدیٰ فلنفسہ ج ومن ضلّ فانما
یضلّ علیھا ج ومآ انت علیھم بوکیل

"بے شک ہم نے آپ پر یہ کتاب برحق انسانوں کے لئے نازل کی ہے لہٰذا جو ہدایت حاصل کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور آپ ان کے ذمے دار نہیں ہیں۔"

[سورۃ زمر، آیت 41]

اب سوال کی طرف آتے ہیں کہ کیا وید، اپنشد، گیتا، بائبل اور اوستا وغیرہ کلام خدا ہیں؟

موجودہ تورات، زبور اور انجیل تینوں کلامِ خدا اور کلامِ غیر خدا پر مشتمل ہیں۔ تاہم وید، اپنشد، گیتا، اوستا اور دساتیر وغیرہ شاید کلامِ خدا ہوں۔ ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن اگر یہ کلام خدا ہوں بھی تو قرآن کے علاوہ ہر مذہبی کتاب اپنے ماننے والوں کی اغراض اور مفادات کی بھینٹ چڑھ کر تحریف کا شکار ہو چکی ہے اور اسلام کے مشہور ناقد "ولیم میور" نے دو سو سال قبل کہا ہے کہ قرآن وہ واحد مذہبی کتاب ہے جس نے بارہ سو سال سے اپنی اصل حیثیت کو محفوظ اور باقی رکھا ہوا ہے بارہ سو سال اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ بات دو سو سال قبل کہی گئی ہے۔

اسی طرح رام، لکشمن اور دیگر مذہبی شخصیات کی نبوت کی بابت یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ، تو یقیناً پیغمبر تھے لیکن چونکہ رام، زرتشت اور بدھ وغیرہ کا قرآن میں ذکر نہیں ہے اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شائد یہ نبی ہوں لیکن ہم قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے اور اگر یہ نبی ہوں بھی تو اپنے وقت کے نبی تھے، اپنے علاقے کے لوگوں کے لئے واجب الاتباع تھے اور اب ہم پر نبی آخرالزمانؐ کی اطاعت اور اتباع فرض ہے۔ بالفرض تمام مذہبی کتب وحی خدا ہیں لیکن اس وقت قرآن پاک ہی آخری اور حتمی وحی خدا کے طور پر نافذ العمل ہے۔

لہٰذا اب اس سوال کا جواب کہ کیا ہندو، عیسائی اور مسلم وغیرہ ہونا ایک ہی بات ہے، ظاہر ہے کہ نفی میں ہی ہے۔ یہ ایک ہی بات نہیں ہے کیوں؟

کیونکہ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

فلما احس عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ ط قال الحواریون نحن انصار اللہ ج امنا باللہ ج واشھدبانا مسلمون

''جب حضرت عیسیٰؑ نے ان کا کفر محسوس کر لیا تو بولے: ''اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار ہوگا؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں۔''

[سورۃ آل عمران، آیت 52]

یہی انجیل میں ہے:

''میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا جیسے میں سنتا ہوں ویسے ہی عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی کو نہیں بلکہ اس کی مرضی کو جس نے مجھے بھیجا چاہتا ہوں۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 5، آیت 30]

''میں اپنی مرضی کے بجائے خدا کی مرضی چاہنا'' کو عربی میں ترجمہ کریں تو ''اسلام'' بنتا ہے اور اپنی مرضی کے بجائے خدا کی مرضی چاہنے والے کو عربی میں ''مسلم'' کہتے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰؑ مسلم تھے۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کو قرآن مسلم کہتا ہے:

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفًا مسلماط وما کان من المشرکین

''ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ یکسوئی کے ساتھ مسلم تھے اور وہ مشرکین میں سے ہرگز نہ تھے۔''

[سورۃ آل عمران آیت 67]

اگر آج آپ کسی مذہب کا انتخاب چاہتے ہیں تو قرآن ارشاد فرماتا ہے:

ان الدین عنداللہ الاسلام

''بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔''

[سورۃ آل عمران، آیت 19]

اگرچہ دوسرے مذاہب ایک خدا کی بات کرتے ہیں لیکن صرف وحدانیت کافی نہیں ہے ہمہ جہت توحید درکار ہے زندگی کے ہر شعبے میں اس کی اطاعت اور عبادت ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ ج وھو فی الاخرۃ من الخاسرین

''اور جو شخص اسلام کے سوا اور دین کا خواہاں ہو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

[سورۂ آل عمران،آیت 85]

سوال نمبر 4: پانی کو مختلف زبانوں میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔جیسے انگریزی میں ''واٹر'' (Water) ہندی میں ''پانی'' اور تامل میں ''تنّی''۔اسی طرح اگر خدا کو ''رام''، ''جیسس'' (Gesus) وغیرہ کہا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟

جواب: قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ط ایا ما تدعوا فلہ الاسمآء الحسنیٰ

''کہہ دیجئے، اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو۔جس نام سے بھی پکارو سب اچھے نام اس کے ہیں۔''

[سورۃ بنی اسرائیل،آیت 110]

آپ خدا کو کسی بھی نام سے پکار سکتے ہیں بس نام خوبصورت ہو، کسی ذہنی صورت کے بغیر ہو اور خدائی صفات یا صفت کا اظہار کرتا ہو۔یہی پیغام قرآن میں اس طرح بھی دہرایا گیا ہے:

اللہ لا الہ الا ھو ط لہ الاسماء الحسنی

''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بہترین نام اسی کے ہیں۔''

[سورۃ طٰہٰ،آیت 8]

ایک اور مقام پر ملاحظہ فرمائیے:

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا ص وذروا الذین یلحدون فی اسمآئہ ط

سیجزون ماکانوا یعملون

''اور زیبا ترین نام اللہ ہی کے لئے ہیں پس اللہ کو انہی (اسمائے حسنیٰ)[1] سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔''

[سورۃ اعراف، آیت 180]

اسی طرح یہ آیت ملاحظہ فرمایئے:

ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ ط یسبّح لہ مافی السمٰوٰت والارض ج وھو العزیز الحکیم

''وہی اللہ ہی خالق موجد اور صورتگر ہے جس کے لئے حسین ترین نام ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح[2] میں مشغول ہے اور وہ بڑا غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔''

[سورۃ حشر آیت 24]

کسی تمثال یا صورت کے بغیر کوئی بھی خوبصورت نام ہو سکتا ہے۔ اب سوال میں دی گئی مثال کی طرف توجہ کرتے ہیں پانی کے مختلف زبانوں میں مختلف نام ہیں۔ انگریزی میں واٹر (Water) ہندی اور اردو میں پانی، تامل میں تنی، عربی میں ماء سورۃ انبیاء آیت 30 میں ماء کا ذکر ہے، سنسکرت میں اپہ یا ابہ بھگوت گیتا باب 7 آیت 4 میں ہے۔ ٹھیٹھ ہندی میں جل، گجراتی میں جلا پانی، مراٹھی میں پانژی اور فارسی میں آب...... وغیرہ کہتے ہیں۔ میں نے پانی کی آپ کو نو دس مثالیں دی ہیں۔ قرآن خدا کے ننانوے نام گنواتا ہے لیکن اس میں کوئی اعتراض نہیں کہ پانی کو کس نام سے پکارا جا رہا ہے بس وہ پانی کچھ اور نہیں ہونا چاہیے۔

مثال کے طور پر میرا کوئی دوست مجھے صبح سویرے پانی کا ایک گلاس تھمائے اور کہے کہ نہار منہ اسے پینا بہت مفید ہے اور میں پینے لگوں لیکن مجھے پیتے ہوئے سخت متلی محسوس ہو اور مجھے قے آنے لگے غور سے پانی کو دیکھوں تو ہلکا ہلکا سا پیلا لگے اور پھر مجھے پتہ چلے کہ جسے پانی کہا جا رہا ہے وہ پانی نہیں بول (Urine) ہے۔

تو صرف پانی کا نام کافی نہیں ہے ہونا بھی پانی ہی چاہیے۔ پانی کو کسی بھی نام سے پکارا جائے مسئلہ نہیں ہے لیکن اور چیزوں کو پانی کا نام دے کر پانی سمجھ لینے کی صورت میں بھی

---

1. روایات میں آیا ہے کہ اللہ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ ہیں۔ البتہ علماء نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اللہ کے ناموں کی تعداد ننانوے میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ ہیں۔
2. زبانِ حال اور زبان مقال سے اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے۔

سے بھی کرنی پڑ سکتی ہے لہٰذا پانی کو واٹر، آب، پانی، تنی، جل، ماء......سب کچھ پکارا جا سکتا ہے لیکن کسی اور چیز کو پانی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

بعض لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ میں نے کیا غیر منطقی سی مثال دی ہے کیا پانی اور بول (Urine) کا فرق واضح نہیں ہے کوئی بے وقوف ہی ان کا فرق نہیں سمجھتا ہوگا میں بھی متفق ہوں اسی طرح جو لوگ سچے خدا کا صحیح تصور رکھتے ہیں وہ ان لوگوں کی بابت جو جھوٹے اور جعلی خداؤں کے پجاری ہیں کو بے وقوف کہہ کر صرف نظر نہیں کر سکتے کیا یہ جھوٹے اور سچے خدا میں امتیاز کرنے سے قاصر ہیں؟!!

آپ جو بھی نام دیں لیکن سچے خدا کو دیں اگر یہ غیر خدا کو سچے خدا کا نام دیں تو کیا بے وقوفی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر آپ کچھ سونا خریدنا چاہتے ہیں اور جس کے پاس سونا لینے جاتے ہیں وہ کوئی دھات دکھاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ 24 قیراط سونا ہے آپ جانتے ہیں کہ سونا ہندی میں (Gold) کو کہتے ہیں اور عربی میں اسے ذھب کہتے ہیں لیکن آپ اس چمکتی دھات کا صرف نام ''سونا'' سن کر خرید نہیں لیں گے بلکہ آپ تصدیق کریں گے کہ جسے 24 قیراط سونا کہا جا رہا ہے کیا یہ 24 قیراط سونا ہے بھی یا نہیں۔ آپ سنار کے پاس جائیں گے اور کسوٹی پر پرکھیں گے کہ واقعی 24 قیراط سونا ہے یا نہیں۔ اگرچہ یہ دھات چمک بھی رہی ہے کیونکہ ''ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی'' چونکہ آپ اس سنہری دھات کے بدلے پیسے دینے والے ہیں اس لئے آپ چند ہزار روپے کے نقصان سے بچنا چاہیں گے۔

یہی جانچ پڑتال خدا کی بابت کیوں نہیں کرتے؟ کسوٹی اور عیار آپ کے پاس ہے سورۃ اخلاص، پس جب بھی کوئی کہے کہ یہ خدا ہے آپ پرکھ لیجیے کہ ہے بھی یا نہیں اگر معیار پر پورا اترے تو کوئی شکوہ نہیں کہ کسی اور نام سے کیوں پکارا جا رہا ہے مثال کے طور پر کوئی دیوانہ کہے کہ محمدؐ خدا ہیں، ہماری لاکھ جانیں ختمی مرتبتؐ پر قربان ہم ان کے عاشق، غلام اور جانثار متوالے ہیں لیکن انہیں ہرگز ہرگز خدا نہیں کہتے۔ حاشا وکلا، حتیٰ مائیکل ایچ ہارٹ نے دنیا کے 100 عظیم لوگوں پر اپنی کتاب میں جناب رسالت مآب کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے لیکن پھر بھی سورۃ اخلاص کی کسوٹی پر تولیں گے بھلے ہم ان سے محبت اور عشق میں حد نہیں رکھتے لیکن میزان الٰہیات پر ضرور تولیں گے۔

''کہو اللہ ایک ہے۔'' کیا نبی گرامی ایک ہیں؟ جی نہیں بہت سے نبی آئے ہیں

بے شک آپؐ آخری اور حتمی نبی ہیں لیکن سب پر ایمان لانا ضروری ہے آپ ان کے نبی ہونے میں فرق نہیں کر سکتے۔ دوسری صفت ''اللہ قائم بالذات بے نیاز ہے۔'' جناب رسالت مابؐ عظیم انسان ہیں لیکن قائم بالذات اور بے نیاز نہیں ہیں وہ محنت و مشقت کرتے تھے، انہوں نے پتھر کھائے ہیں خدا سے دعائیں مانگی ہیں وہ بے نیاز اور واجب الوجود نہیں ہیں۔ تیسری صفت ''وہ جنتا ہے نہ کسی سے جنا گیا ہے'' حضرت محمدؐ کے والدین تھے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہؓ اور ان کی اولاد بھی تھی حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام جبکہ خدا نے کسی کو جنا ہے نہ جنا گیا ہے لہٰذا محمدؐ خدا نہیں ہیں۔

ہر چند ہم مسلم ہیں نبیؐ سے محبت کرتے ہیں لیکن کوئی مسلمان بقائی ہوش و حواس کبھی بھی حضرت محمد کو خدا نہیں کہہ سکتا۔ جانتے ہیں کیوں؟ کیونکہ ہمارا کلمہ شہادت ہی یہ ہے۔ ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ[1]۔'' اور ہم کم از کم پانچ وقت دن میں کہتے اور سنتے ہیں ہر اذان اور اقامت میں نماز سے پہلے یہی کہتے ہیں: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک کوئی معبود نہیں سوائے خدائے واحد کے جس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمدؐ اللہ کے عبد اور رسول ہیں۔''

کوئی نبی کا کیسا ہی عقیدت مند اور عاشق کیوں نہ ہو کبھی بھی جناب رسالت مابﷺ کو خدا کا ہمسر اور شریک نہیں ٹھہرائے گا۔

لہٰذا جسے بھی خدا کہا جا رہا ہو اسے اس معیار یزدانیت اور میزان الہیات پر پرکھ لیجیے چاہے عیسیٰؑ ہوں، رام ہوں، کرشنا ہو، بدھ ہو یا مہاویر۔ میں (ذاکر نائیک) قیامت کے دن گواہی دوں گا کہ میں نے ان ہزاروں لوگوں کو کسوٹی دے دی تھی کہ خدا کو پہچان لیں اب اگر یہ جس خدا کو پوجتے ہیں اسے سورۃ اخلاص کی اس خدائی کسوٹی پر پرکھ کر حقیقی خدا تک نہ پہنچیں تو قصور ان کا ہے۔ آپ جس کسی کی بھی جس نام سے پوجا کرتے ہیں انہے اس کسوٹی

1. جناب رسالت ماب اسلام کے خواہشمند کو کلمۂ شہادت کی گواہی سے دائرہ اسلام میں داخل فرماتے تھے جو توحید اور رسالت محمدیؐ کی گواہی پر مشتمل ہے جبکہ کلمہ طیبہ ہر چند دو برحق اذکار (لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ) پر مشتمل ہے کہ جن کا فردا فردا قرآن وحدیث میں ذکر ملتا ہے لیکن قبول اسلام کی شرط کے طور پر اس کا بعنوان کلمۂ واحدہ قرآن وحدیث سے استناد محل تامل ہے یہ بعد کا عمل معلوم پڑتا ہے پس اصل اور مستند ترین کلمہ کلمہ شہادت ہے جو تمام فرق اسلامی میں مشترک ہے۔ (تحقیق از مولانا اسحاق، فیصل آباد) حدیث گرچہ غریب است راویاں ثقہ اند۔

پر پرکھ لیجیے اگر پورا اترے تو میں خدا ماننے کو تیار ہوں اگر پورا نہ اترے تو آپ بھی اسے نام
خدا خدا مت مانیے۔

سوال نمبر5: نظریۂ ارتقاء کے تناظر میں خدا کہاں موزوں (Fit) اور ٹھیک آتا ہے؟

جـــواب: آپ نے جس ارتقاء کا حوالہ دیا ہے یہ ایک نظریہ ہے: نظریہ ارتقاء میں ایک طبی معالج (Medical Doctor) ہوں میں نے اپنی زندگی میں ایک بھی کتاب نہیں دیکھی جس نے ارتقاء کو نظریے سے بڑھ کر حقیقت کہا ہو یہ ایک نظریہ ہے اور میں اس نظریے اور ڈارون ازم سے بھی واقف ہوں اس کے مکمل جواب کے لئے آپ میری ویڈیو کیسٹ ''قرآن اور سائنس باہم متصادم یا موافق؟'' ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ڈارون [1] نے جو کچھ کہا وہ ایک نظریہ ہے اس نے اپنے دوست تھامس تھامپن کو 1881ء میں ایک خط لکھا کہ میں فطری انتخاب (Natural Selection) کے نظریے پر یقین رکھتا ہوں اس لئے نہیں کہ میرے پاس اس کا کوئی ٹھوس ثبوت ہے بلکہ اس لئے کہ فطری انتخاب کا نظریہ مجھے حیاتیات (Biology)، علم الجنین [2] (Embryology)، نمو یافتہ اعضا کے مطالعے اور ان کی درجہ بندی میں مدد دیتا ہے کوئی کتاب اسے حقیقت ارتقاء Fact of Evolution) نہیں کہتی بلکہ نظریۂ ارتقاء (Theory of Evolution) ہی کا نام دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم دوست سے کہتے ہیں: تم اگر ڈارون کے زمانے میں ہوتے تو ڈارون کا نظریہ ارتقاء درست ثابت ہو جاتا ہم اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے اسے بے دم بوزنے یا بن مانس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اصل میں یہ سلسلۂ ارتقاء کچھ ناپید کڑیوں سے ترتیب دیا جا رہا ہے۔ ڈارون بذات خود کہتا ہے کہ کچھ کڑیاں گمشدہ ہیں۔

آپ نے نوع بشر نما (Hominid) [3] کی بات کی ہے آپ نے ایک مرحلے کی بات کی ہے میں چار مرحلوں کی بات کر رہا ہوں۔ پہلا مرحلہ ''لوسی [4] '' (Lucy) ہے جو 3.5

---

1. برطانوی سائنسدان چارلس رابرٹ ڈارون (1882-1809ء) نے فطری انتخاب کے آہستہ کار تدریجی عمل کے ذریعے تمام انواع کی تبدیلی کے تصور کے ساتھ جدید ارتقائی نظریہ پیش کیا۔

2. جنین (وہ بچہ جو رحم مادر میں ہو) کی تشکیل و نمو کا علم۔ 3. ہومنڈ وہ بشر نما نوع جو دو ٹانگوں پر چلتی تھی۔

4. لوسی: 1974ء میں امریکی سائنس دان ڈونلڈ جانسن کا افریقہ سے دریافت کردہ متحجر (Fossil) ہے جو 3.2 ملین سال پرانا ہے اور 1997ء کی رپورٹ کے مطابق اب تک کا سب سے قدیم متحجر ہے مادہ کا ڈھانچہ ہونے کے باعث اسے ''لوسی'' (Lucy) کا نام دیا گیا ہے۔ پروفیسر ڈھانہ نے اپنی کتاب میں لوسی کا سن دریافت 1976ء بتلایا ہے۔

ملین سال پرانا ہے آپ نے 2 ملین سال پہلے کی بات کی ہے میں کہہ رہا ہوں کہ سائنسدانوں نے 3 ملین سال پہلے کی بات کی ہے لوسی یخ بستگی سے معدوم ہو گئے۔ ان کے بعد ہوموایریکٹس[1] (Homoerectus) آتے ہیں یہ تقریباً پانچ لاکھ سال قبل کی بات ہے ان کے بعد برفانی انسان (Neandertal)[2] آتے ہیں جو تقریباً چالیس ہزار سال قبل کی بات ہے اور آخر میں ابتدائی جدید انسان (Cro-magnon)[3] ہے۔ لیکن بھائی ان تمام مراحل کے بیچ کوئی ربط نہیں ہے یہ صرف مفروضہ ہے۔ پی پی گراسے کے بقول جن کے پاس پیرس کی شوجارن (Shojorn) یونیورسٹی کی ارتقائی مطالعات کی نشست تھی 1971ء میں کہتے ہیں: یہ سرکش اسپ تخیل کو بے لگام چھوڑ دینے کے مترادف ہے یہ محض نامکمل اور نایافت شواہد وظنون کے نامربوط سلسلے سے انسان کے آباؤ اجداد تک پہنچنے کی سعی ہے میں جانتا ہوں کہ کچھ لوگ ڈارون کے نظریے کی بات کرتے ہیں میں میڈیکل ڈاکٹر ہوں میں یہ جانتا ہوں لیکن کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ سینکڑوں سائنسدان اس نظریے کے مخالف ہیں۔ کچھ سائنسدان اس کے حق میں ہیں لیکن بہت سے اس کے خلاف ہیں۔ مکمل جواب کے لئے میری ویڈیو کیسٹ ''قرآن اور تجربی علوم'' ملاحظہ فرمائیے۔ یہ کچھ سائنسدانوں کی بات ہے کیونکہ ارتقاء کوئی مسلمہ حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ ایک نظریہ ہے۔

قرآن کسی نظریے اور مفروضے کی بات نہیں کرتا قرآن حقائق کی بات کرتا ہے۔ 20 لاکھ سال کیا؟ اللہ سبحانہ کی کوئی ابتدا ہی نہیں ہے۔ انسان کب دنیا میں آیا کوئی درست تاریخ نہیں جانتا کوئی بھی نہیں۔ سب مفروضے، گمان اور قیاس آرائیاں ہیں۔

---

1. غیر متمدن قدیم انسان (Primitive Man) جسے باستانی بشریات کے ماہرین ہوموایریکٹس (Homo erectus) کا نام دیتے ہیں۔

2. برفانی انسان (Ice Man) ہی نینڈرتھل (Neanderatal) کہلاتا ہے۔ جسے قدیم اور جدید انسان کی درمیانی کڑی کہا جا رہا ہے۔ یہ کامیاب شکاری تھا اور اس کے پاس شکار کے لئے ہتھیار اور اوزار بھی تھے اور جانوروں کی کھال کو لباس کے طور پر استعمال کرتا تھا۔

3. کرومیگنن فرانس میں اس مقام کا نام ہے جہاں سے ابتدائی جدید انسان کے متحجرات (Fossils) دریافت ہوئے۔ جو 30,000 سال پہلے موجود تھے۔

البتہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ پہلا انسان آدمؑ تھے اور حضرت حواؑ ان کی رفیقہ حیات تھیں۔ انسان اس مرحلے تک پہنچا نہیں ہے قرآن میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے ایک بھی بیان ایسا نہیں ہے جسے سائنس نے غلط ثابت کیا ہو۔ مفروضے قرآن کے خلاف ہیں نظریئے قرآن کی مخالفت کرتے ہیں لیکن ایک بھی سائنسی حقیقت جو قرآن نے بیان فرمائی ہے مسلمہ سائنسی حقائق سے نہیں ٹکراتی ہاں نظریات سے ضرور ٹکرا سکتی ہے تو بھائی آپ کی بات کچھ لوگوں کی بات ہے کوئی آفاقی حقیقت نہیں۔

کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولا بوزنہ ہوں میں
سن کے کہنے لگے مرے اک دوست
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

سوال نمبر 6: اگر اللہ نے یہ سب کائنات بنائی ہے تو اس کی طاقت وقوت میں کس قدر کمی واقع ہوئی ہے؟

جواب: میں آپ کو ایک ملتی جلتی سی مثال دے سکتا ہوں نہ کہ بعینہٖ۔ ایک سمندر سے اگر آپ ایک قطرہ لیں تو سمندر میں کیا کمی واقع ہوگی؟ جی کتنی؟ سوچیے بتایئے! ٹھہریئے ذرا بھی بھی نہیں اس کے باوجود کہ تخلیق کائنات سے اللہ سبحانہ کی ذات میں کمی اور قطرے کی جدائی سے سمندر میں کمی کا کوئی تناسب نہیں ہے کیونکہ سمندر سے قطرہ کم ہو تو سمندر 0.000.........1 کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ کمی سے ضرور دوچار ہوا ہے لیکن اللہ عزوجل ذرا سا ذرا سا بھی کمی سے دوچار نہیں ہوا...... ایسا خدا جو کم زیادہ ہو ہم ایسے خدا کی عبادت نہیں کرتے۔ اللہ سبحانہ قائم بالذات ہے لامحدود ہے ہر شے خدا پر انحصار کرتی ہے اور وہ کسی پر تکیہ نہیں کرتا۔ خدا کب وجود میں آیا؟ وہ سرمدی ہے وہ کائنات کی خلقت سے پہلے سے ہے اور ابتدا و انتہا نہیں رکھتا۔ وہ کہاں فٹ آتا ہے؟ وہ کہاں سے آیا ہے؟ بھئی وہ غیر مخلوق ہے مخلوق نہیں ہے جو کہاں سے آیا کب آیا جیسے سوالات کا موضوع بن سکے یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی مجھ سے پوچھے کہ آپ کے دوست ٹام نے جو بچہ جنا ہے وہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ میں ڈاکٹر ہونے کے ناطے اچھی طرح جانتا ہوں کہ مرد بچہ نہیں جن سکتا اب کے لڑکا یا لڑکی ہونے کا سوال کہاں

سے پیدا ہو گیا؟ سو آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ اللہ اس تصویر میں کہاں موزوں اور فٹ آتا ہے؟ وہ مخلوق نہیں ہے، حادث ہی نہیں ہے تو کب اور کہاں کے سوالات کی نوبت ہی نہیں آتی۔

بشر نے مجھ کو بھی اک ہست و بود میں رکھا
خدا بنا کے بھی اپنی حدود میں رکھا
ہوں ماورائے حدودِ وجوب و امکاں میں
عجیب لگتا ہوں حد وجود میں رکھا

سوال نمبر 7: جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو ہسپتال کیوں جاتے ہیں مسجد یا کسی اور مذہبی مقام پر کیوں نہیں جاتے؟

جواب: بھائی شائد آپ نہ جانتے ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ جب ڈاکٹر کے بس میں نہ رہے تو وہ کیا کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے: ھوالشافی (اللہ شفا دینے والا ہے)۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان بیمار ہو تو مسجد جائے کیونکہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

فسئلوآ اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون

''اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر[1] سے دریافت کرلو۔''

[سورہ نحل آیت 43]

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے:

فسئل به خبیراً

''اس کے بارے میں کسی باخبر سے دریافت کرو۔''

[سورۃ فرقان آیت 59]

پس جب آپ بیمار ہوں تو اللہ سبحانہ سے دعا کے ساتھ ساتھ دوا دارو بھی کیجیے اور

---

1. اگرچہ فاسئلوا کا خطاب مشرکین سے ہے لیکن تفسیری قاعدہ کے مطابق لفظ کا عموم دیکھا جاتا ہے اور حکم صرف شان نزول کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاتا، اس طرح یہ آیت ہر نہ جاننے والے کے لئے جاننے والوں سے سوال کرنے کے بارے میں ہے۔ پس مریض کا ڈاکٹر سے مرض اور اس کے علاج کی بابت پوچھنا بھی اس آیت کے ذیل میں آتا ہے۔

اس کے پاس جایئے جو جانتا ہے جو ماہر اور متخصص ہے۔ قرآن خود کہہ رہا ہے کہ ڈاکٹر کے پاس جائیں تاہم ڈاکٹر سے رجوع کرنے کے باوجود ایمان اللہ پر ہونا چاہیے کیونکہ شفاء اسی کی ذات دیتی ہے چاہے ڈاکٹر کے وسیلے سے دے یا ڈاکٹر کے وسیلے کے بغیر۔ ہم اندھا دھند ایمان رکھتے ہیں نہ اللہ ہی اس کا تقاضا کرتا ہے کوئی مسلم عالم آپ سے یہ نہیں کہے گا کہ ڈاکٹر کے پاس مت جائیں۔ ڈاکٹر کے پاس ضرور جائیں لیکن شفا دینے والی ذات اللہ سبحانہ کی ہے لہٰذا تمام ڈاکٹر، تمام سائنس اور تمام اذہان جہاں فیل ہو جائیں وہاں اللہ ہی آپ کو بچا سکتا ہے۔

سوال نمبر 8: عیسائی تثلیث کے تصور نیز خدا کے انسانی روپ میں ظاہر ہونے کے تصور کو اس مثال سے واضح کرتے ہیں کہ پانی تین حالتوں میں موجود ہوسکتا ہے۔ ٹھوس جیسے برف، مائع جیسے پانی اور گیس جیسے بخارات لیکن یہ وہی ایک پانی ہے اسی طرح ایک شخص بیک وقت باپ بھی ہوسکتا ہے بھائی بھی اور بیوپاری بھی اور پھر بھی وہ ایک ہی شخص ہوتا ہے۔ پھر خدا، بیٹا اور روح القدس ایک کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب: میں پچھلے ایک سوال میں انجیل سے ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ تثلیث پر یقین نہیں رکھتے تھے اب انہوں نے ایک مثال دی ہے ایک منطق پیش کی ہے کہ جب پانی تین روپ دھار سکتا ہے: ٹھوس، مائع اور گیس تو عیسائی مبلغین کے کہنے کے مطابق خدا تین حالتوں میں کیوں نہیں ظہور پذیر ہوسکتا؟ باپ، بیٹا اور روح القدس۔

میں اس سے متفق ہوں کہ مادہ تین حالتوں میں پایا جاتا ہے لیکن آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ جب پانی تین حالتوں میں ہوتا ہے تو اس کا کیمیائی فارمولا H_2O ہی رہتا ہے جب وہ برف ہو تب بھی H_2O، جب وہ پانی ہو تب بھی H_2O اور جب وہ بخارات کی شکل میں ہو تب بھی H_2O ہی رہتا ہے۔ ٹھوس، مائع اور گیس تینوں حالتوں میں فارمولا ایک ہی ہے یہ بہت اہم ہے۔

اب اس مثال کی تثلیث پر تطبیق کرتے ہیں۔ باپ، بیٹا اور روح القدس کیا ان تین حالتوں میں اصل ذات کی ماہیت ایک ہی ہے اور وہ تینوں حالتوں میں یکساں ہے ہم جانتے ہیں کہ انسان گوشت پوست اور ہڈیوں سے تشکیل پاتا ہے لیکن روح پاک اور خدا کی بابت ایسا

نہیں ہے۔ آپ خوراک کے محتاج ہیں لیکن خدا خوراک کا محتاج نہیں اور یہی پیغام حضرت عیسیٰؑ نے انجیل میں دیا ہے:

''میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو۔ کیوں روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہہ کر اس نے ان کو اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ اور جب خوشی کے مارے انہیں تب بھی یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا کہ کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ تب انہوں نے بھنی ہوئی مچھلی کا ایک قتلہ اس کو دیا اس نے لے کر ان کے سامنے کھایا۔''

(انجیل مقدس لوقا باب 24، آیات 42-39]

حضرت عیسیٰؑ نے کیا سمجھانے کے لئے ہاتھ پاؤں دکھائے؟ یہی ناں کہ میں روح نہیں ہوں۔ آیت جاری ہے۔ ''کیا کھانے کے لئے کچھ دو گے؟'' یہ کیا ثابت کرنے کے لئے ہے؟ یہی کہ میں خدا نہیں ہوں حضرت عیسیٰؑ بتا رہے ہیں کہ روح گوشت اور ہڈی نہیں رکھتی جبکہ میں گوشت اور ہڈی سے بنا ہوں اسی طرح میں خدا نہیں ہوں کیوں کہ مجھے بھوک لگتی ہے۔

دوسری مثال کے حوالے سے توجہ فرمایئے کہ ایک شخص بیک وقت باپ، بھائی اور بیوپاری ہوسکتا ہے۔ تو خدا باپ، بیٹا اور روح پاک کیوں نہیں ہوسکتا؟ یہ بہت اچھی مثال ہے اور میں متفق ہوں کہ ایک شخص باپ بھی ہوسکتا ہے۔ بھائی بھی اور بیوپاری بھی۔ یہاں پر بھی آپ میں سے کئی بیک وقت باپ، بھائی اور بیوپاری ہونگے۔ لیکن فرض کریں کہ اس بھائی کو بہن کوئی راز بتائے تو باپ اور بیوپاری بھی جان لیں گے میں دہراتا ہوں: اگر بہن اپنے بھائی کو جو بیک وقت باپ اور بیوپاری کی حیثیت کا بھی حامل ہے، کوئی راز بتائے تو وہ باپ اور بزنس مین بھی اس راز سے آگاہ ہو رہے ہیں۔ جب بھائی آگاہ ہو رہا ہے تو اس کی ذات کی دوسری حیثیتیں بھی آگاہ ہو رہی ہیں۔ ٹھیک!

لیکن جب آپ انجیل پڑھیں تو اس میں لکھا ہوا ہے:

"مگر اس دن یا گھڑی کی بابت سوائے اکیلے باپ کے کوئی کچھ نہیں جانتا نہ تو آسمان کے فرشتے اور نہ بیٹا ہی۔"

[انجیل مقدس مرقس، باب 13، آیت 32]

پس اگر باپ جو کہ خدا ہے قیامت یا اس گھڑی کا علم رکھتا ہے تو بیٹے کو بھی اس کا علم ہونا چاہیے کیونکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ دونوں ایک ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے پس یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا فرض کہ یہ دونوں ایک ہیں، غلط ہے۔ مزید برآں اگر بھائی مر جائے تو باپ اور بیوپاری بھی مر جائیں گے کیونکہ یہ دونوں اس مرنے والی شخصیت ہی کے دو الگ الگ رخ ہیں پس جب حضرت عیسیٰؑ انجیل کے مطابق صلیب پر مر چکے ہیں تو کیا خدا اور روح پاک بھی مر گئے ہیں؟

سوال نمبر9: اگر اللہ خدا کا ذاتی نام ہے تو کیا یہ قرآن کے علاوہ دیگر الہامی کتابوں یا صحیفوں میں مذکور ہے؟

جواب: اگر آپ خدا کے تصور کی حامل الہامی کتب یا صحیفے پڑھیں تو اکثر میں آپ کو خدا کی ایک صفت کے طور پر تقریباً لفظ "اللہ" مل جائے گا۔ مثال کے طور پر بائبل میں خدا کو "ایلوھم" کہا گیا ہے۔ سامی زبان میں "ھم" تعظیم کی علامت ہے لہٰذا اصل میں یہ "ایلوٗ" ہے۔ اور عہدنامہ عتیق میں خدا کو "ایلوٗ" یا "ایلا" کہا گیا ہے اور بائبل کے "ریورنڈ سکا فیلڈ" کے نظرثانی شدہ انگریزی نسخے میں "ایلا" کو انگریزی حروف "Elah" اور "Alah" کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ہم مسلمان جب اللہ انگریزی میں لکھیں تو "Allah" لکھتے ہیں وہ "ایلا" تلفظ کرتے ہیں اور ہم "اللہ"۔

جب میں اسکول میں تھا تو میں نے پڑھنا سیکھا کہ "T" اور "O"۔ to (ٹو)، d اور o-do (ڈو) اور g اور o۔ go (گو) نہیں، بلکہ go (گو) میں نے پڑھا۔ u,b اور t...... but (بٹ)، c, u اور t۔ cut (کٹ)، u,n اور t۔ nut (نٹ) اور u,p اور t۔ Put (پٹ) نہیں بلکہ Put (پُٹ)۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہوئی؟ کہا گیا جس طرح اہل زبان کہیں ویسے کہنا پڑے گا اگر آپ کو امتحان پاس کرنا ہے تو ایسے ہی کہنا پڑے گا۔

اسی طرح ہم صحیح تلفظ کر رہے ہیں لیکن اگر وہ "ایلا" (Alah) کہتے ہیں تو بھی

فائن ٹیون میں صحیح تلفظ ''اللہ'' (Allah) ہے۔

لیکن بعد میں ریورنڈ سکافیلڈ کو جب یہ احساس ہوا کہ میں نے تو بائبل کو قرآن کے قریب کر دیا ہے اور اس بات پر لوگ اعتراض کر سکتے ہیں، تو انہوں نے مابعد ایڈیشن میں ''ایلا'' کی "Alah" والی املاء حذف کر دی لہٰذا اب اگر آپ کا فیلڈ ایڈیشن دیکھیں تو اس میں آپ کو صرف "Elah" ہی ملے گا اور "Alah" نہیں ملے گا۔

لیکن اس کے باوجود ہر بائبل میں اب بھی اللہ کا نام موجود ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں:

''نویں گھڑی کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا: ایلی ایلی لما شبقتانی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔''

[انجیل مقدس متی، باب 27، آیت 46]

اسی طرح انجیل مرقس میں فرماتے ہیں:

''اور نویں گھڑی یسوع اونچی آواز سے چلایا: الاھی الاھی لما شبقتانی۔
اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔''

[انجیل مقدس مرقس باب 15، آیت 34]

''اے میرے خدا اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔'' (الاھی الاھی لما شقتانی) [1] یہ عبرانی عبارت ہے اور ایسے ہی باقی رکھی گئی ہے حتیٰ انگریزی ترجمے میں بھی اس جملے کو ایسے ہی محفوظ رکھا گیا ہے اور اس کا ترجمہ کرتے ہیں: ''اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کا نام یہواہ ہے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس عبرانی لفظ کا تلفظ یہوہ یا جھوہ سے ملتا ہے؟ کہیں گے نہیں۔

کیا اس کی آواز جیسس (Gesus) سے ملتی ہے؟ کہیں گے نہیں۔ عبرانی اور عربی آپس میں بہنیں ہیں اب آپ اس کا عربی ترجمہ ملاحظہ کریں اور بتائیں کہ یہ ملتی ہیں یا نہیں؟

---

1. یہ عبارت بائبل کے اردو ترجمے سے بعینہٖ نقل کی گئی ہے اردو ترجمے میں بھی یہ عبرانی جملہ اسی طرح محفوظ ہے۔

'الاهی الاهی لما شبقتانی" اور (الٰہی الٰہی لما ترکتنی)۔

انصاف سے بتائیں کیا پورے کا پورا جملہ تلفظ اور آواز میں ایک جیسا نہیں؟

جی ہاں! دونوں بالکل ایک جیسے ہیں کیونکہ دونوں زبانیں آپس میں بہنیں ہیں اور طرفہ لطف ہے کہ بائبل کا 2000 سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور ہر زبان میں یہ جملہ اسی طرح محفوظ اور باقی رکھا گیا ہے۔

"الاهیَ الاهی لما شبقتانی"

خواہ چینی بائبل ہو، تامل بائبل ہو، اردو بائبل ہو یا کوئی اور یہ جملہ بائبل کے ہر ترجمے میں موجود ہے۔

گرونانک نے جہاں خدا کو رحیم کے نام سے پکارا ہے وہاں اللہ کے نام سے بھی پکارا ہے۔

اگر آپ ہندو مذہبی کتابیں اپنشد دیکھیں تو ان میں سے ایک اپنشد کا نام "الواپنشد" ہے اور خدا کو متعدد مقامات پر اللہ کہا گیا ہے حتیٰ رگ وید میں بھی اللہ کا نام خدا کی صفات میں گنا گیا ہے:

"خدا کی صفات میں سے ایک اللہ ہے۔"

[رگ وید، کتاب 2، حمد 1، اشلوک 11]

سوال نمبر 10: آپ نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کہیں بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا لیکن بائبل میں حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں: "میں اور میرا باپ ایک ہیں"

آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب: بھائی نے جو آیت بائبل سے نقل کی ہے وہ انجیل یوحنا کے باب نمبر 10 کی تیسویں آیت ہے:

"میں اور باپ ایک ہیں۔"

[انجیل مقدس یوحنا، باب 10، آیت 30]

میں آج تک ایسی عیسائی مشنری سے نہیں ملا جو بائبل کھولے بغیر اس کا سیاق و سباق بتا سکیں یعنی وہ یہ تو جانتے ہیں کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں لیکن اس آیت کا سیاق و سباق نہیں جانتے اور سیاق وسباق کتنا اہم ہے اس مثال سے اندازہ لگائیے کہ فرض کریں میں کہتا ہوں: قرآن میں آیا ہے نماز کے قریب مت جاؤ۔

"یاایھا الذین آمنو لاتقربوا الصلوۃ."

''اے ایمان والو! نماز کے قریب مت جاؤ۔"

[سورۃ نساء، آیت 43]

پڑھنا تو دور کی بات قریب مت جاؤ تو آپ چونک پڑیں گے۔ لیکن آیت کا یہ حصہ اس سیاق وسباق میں ہے:

"یاایھا الذین آمنو لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ"

[سورۃ نساء، آیت 43]

''اے ایمان لانے والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔"[1]

لہٰذا آپ صرف یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز کے قریب بھی نہ جاؤ بلکہ آپ کو پورے سیاق وسباق میں آیت کا ترجمہ کرنا ہے۔ لہٰذا ہمیں بائبل کی اس آیت کے ترجمے کیلئے سیاق وسباق سے رجوع کرنا پڑے گا۔ یہ کتاب یوحنا کے دسویں باب کی تیسویں آیت سے تیسویں آیت تک مسلسل ایک واقعہ ہے میں اپنے حافظے سے نقل کر رہا ہوں۔

''اور یسوع ہیکل کے اندر سلیمانی برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔"

[انجیل مقدس یوحنا، باب-1، آیت 23]

مابعد آیت شروع ہوتی ہے:

---

1. یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا کہ ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی چنانچہ ایک دعوت میں شراب نوشی کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو نشے میں قرآن کے الفاظ بھی امام صحابی غلط پڑھ گئے (تفصیل کے لئے دیکھئے ترمذی تفسیر سورۃ نساء) جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نشے کی حالت میں نماز مت پڑھا کرو۔ مکمل ممانعت اور حرمت کا حکم اس کے بعد نازل ہوا۔ (یہ شراب کی بابت دوسرا حکم ہے جو مشروط ہے)

''تب یہودیوں نے اسے آ گھیرا اور اس سے کہا کہ تو کب تک ہمارے دل ڈانواں ڈول رکھے گا۔ اگر تو المسیح ہے تو ہم سے صاف کہہ دے۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 10، آیت 24]

اگلی آیت ملاحظہ فرمایئے:

''یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے تو تم سے کہہ دیا ہے۔ مگر تم یقین نہیں کرتے۔ جو کام میں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں وہی میرے گواہ ہیں۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 10، آیت 25]

چھبیسویں آیت شروع ہوتی ہے:

''لیکن تم اس لئے یقین نہیں کرتے کہ تم میری بھیڑوں میں سے نہیں ہو۔''

[انجیل مقدس یوحنا، باب 10، آیت 26]

ستائیسویں آیت ملاحظہ کیجیے۔

''میری بھیڑیں میری آواز سنتی ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی ہیں۔''

[مقدس یوحنا باب 10، آیت 27]

اٹھائیسویں آیت شروع ہوتی ہے:

''اور میں انہیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہوں گی اور کوئی انہیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لے گا۔''

[مقدس یوحنا، باب 10، آیت 28]

انتیسویں اور تیسویں آیت ملاحظہ کریں۔

''جو میرے باپ نے مجھے دیا ہے وہ سب سے بڑا ہے۔ اور کوئی اسے میرے باپ کے ہاتھ سے چھین نہیں سکتا۔''

''میں اور باپ ایک ہیں۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 10، آیات 30-29]

تھوڑی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں، سے مراد یہ نہیں کہ دونوں ایک شخص ہیں بلکہ دونوں مقصد اور ہدف میں ایک ہیں۔ اٹھائیسویں آیت کہتی ہے کہ کوئی بھی انہیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لے گا اور انتیسویں آیت کہتی ہے کہ کوئی انہیں میرے باپ کے ہاتھ سے چھین نہیں سکتا۔ تیسویں آیت یہ کہتی ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں مراد میں اور خدا دونوں مقصد میں باہم ایک ہیں (اکٹھے ہیں)۔

اگر میں یہ کہتا ہوں: میرے والد ڈاکٹر ہیں جیسا کہ ہیں الحمدللہ اور میں بھی ڈاکٹر ہوں تو اگر میں یہ کہوں کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں تو اس سے کیا مراد ہوگی؟ یہی کہ میں اور میرا باپ مقصد میں ایک ہیں، عملی میدان میں ایک ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی ڈاکٹر ہوں اور میرا باپ بھی ڈاکٹر ہے لیکن عیسائی کہتے ہیں: نہیں نہیں اس سے مراد ہے کہ وہ ذات واحد ہیں۔

خوب اگر آپ کہتے ہیں تو بالفرض ہم مان لیتے ہیں اور آگے چل کر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ انجیل میں آگے لکھا ہے:

''تاکہ وہ سب ایک ہوں جس طرح کہ تو اے باپ مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں وہ بھی ہم میں ایک ہوں تاکہ دنیا ایمان لائے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 17، آیت 21]

اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا حضرت عیسیٰؑ میں ہے اور حضرت عیسیٰؑ ان سب میں ہیں اگر یوں ہوتو پھر تو چودہ خدا ہو جاتے ہیں حضرت عیسیٰؑ، خدا اور وہ بارہ لفظوں کا استعمال بالکل ایک جیسا ہے اگر آپ یونانی زبان دیکھیں تو وہاں ایک جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور پھر انہی بارہ میں یہودہ بھی ہے جو غدار ہے[1] کیا وہ بھی خدا ہے؟ تُوما[2] نے حضرت عیسیٰؑ پر شک کیا۔ کیا وہ بھی خدا ہے؟ پطرس[3] کو حضرت عیسیٰؑ نے شیطانی کہا کیا وہ بھی خدا ہے؟ نہیں یہ سب کے سب مقصد میں ایک ہیں اگر ہم دو آیات آگے دیکھیں تو انجیل میں لکھا ہے:''

''میں ان میں اور تو مجھ میں۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 17، آیت 23]

کیا اب یہ سب خدا ہیں؟ نہیں، مقصد میں ایک ہیں لیکن مسیحی حضرات صرف ادھورا حصہ بیان کرتے ہیں کیوں مقدس یوحنا کے دسویں باب کی تیسویں آیت تک محدود رہتے ہیں؟ آگے کیوں نہیں بیان کرتے:

''یہودیوں نے پھر پتھر اٹھائے تا کہ اسے سنگسار کریں۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے تمہیں باپ کی طرف سے بہتیرے نیک کام دکھائے ہیں ان میں سے کس کام کے لئے تم مجھے سنگسار کرتے ہو۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 10، آیات 32-31]

اگلی آیت ملاحظہ کریں:

''یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ کسی نیک کام کے سبب سے نہیں بلکہ کفر گوئی کے سبب سے ہم تجھے سنگسار کرتے ہیں کیونکہ تو انسان ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 10، آیت 33]

میں اپنے حافظے سے نقل کر رہا ہوں اگر کوئی تصدیق کرنا چاہے تو کر سکتا ہے کتاب یوحنا باب 10 آیت 33 جاری ہے کہ یہودی انہیں کفر گوئی کے سبب سنگسار کرنا چاہتے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ دیکھا حضرت عیسیٰؑ نے خود کو خدا کہا تھا حالانکہ دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خود کیا جواب دے رہے ہیں:

''یسوع نے انہیں جواب دیا کہ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے؟'' میں نے کہا کہ تم خدا ہو' جبکہ اس نے انہیں خدا کہا جن سے خدا ہمکلام ہوا اور نوشتہ باطل نہیں ہو سکتا۔''

[انجیل مقدس یوحنا باب 10، آیت 34

اب اگر آپ بائبل کا مطالعہ کریں تو اس میں لکھا ہے:

"میں نے کہا کہ تم خدا ہو۔"

[بائبل مزمور 82، آیت 6][1]

پس حضرت عیسیٰ نے جواب دے دیا ہے کہ جس پر کلام خدا نازل ہوا ہو اگر اسے خدا کہا جائے تو کفر گوئی یا خدا کی شان میں گستاخی نہیں ہے بلکہ مراد مقصدی وحدت ہے۔

سوال نمبر 11: ہندو پنڈت اور سکالرز اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ ویدوں اور دیگر ہندو مذہبی کتب میں بت پرستی کی مخالفت کی گئی ہے لیکن ابتداً چونکہ ذہن بالغ اور پختہ نہیں ہوتا لہٰذا عبادت کے دوران ارتکازِ توجہ کے لئے بت درکار ہوتے ہیں۔ جب ذہن بالغ اور پختہ ہو جاتے ہیں تو بتوں کی احتیاج نہیں رہتی۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب: اگر بت پرستی کی یہی منطق ہے تو پھر میں کہوں گا: الحمدللہ ہم مسلمان پہلے ہی اس ذہنی بلوغت اور ارتکازِ توجہ کی اعلیٰ سطح پر فائز ہیں اور ہمیں کسی بُت کی مطلق ضرورت پیش نہیں آتی۔ ہمیں خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کے لئے کسی بت کی چنداں احتیاج نہیں ہے۔

بیاں میں نکتہء توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

اب ذرا اس منطق کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ایک دفعہ میری ایک سوامی کے ساتھ بت پرستی کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی وہ آئی آر ایف (Islamic Research Foundation) میں آیا ہوا تھا تو وہ مجھے بت پرستی کے حق میں مثال دیتے ہوئے کہنے لگا کہ دیکھیں جب بچہ بادل کی گھن گرج کے بارے میں سوال کرے کہ یہ آواز کیسی ہے؟ تو ہم جواب دیتے ہیں: دادی اماں چکی پیس رہی ہیں یعنی دادی اماں آسمانوں میں چکی چلا کر آٹا پیس رہی ہیں۔ چونکہ بچے معصوم اور بھولے ہوتے ہیں اس لئے نہیں سمجھ سکتے۔ اسی طرح انسان ابتدائی مراحل میں جب وہ فہم و شعور کی پختگی کا حامل نہیں ہوتا اسے ارتکاز اور یکسوئی

---

1. مزامیر کی تعداد اور نمبر شماری میں عبرانی متن اور مترجمین و مفسرین کے مابین فرق پایا جاتا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کچھ نسخوں میں یہ آپ کو مزمور 82 میں نہ ملے وہاں آپ مزمور 81 ملاحظہ فرمائیں۔

کے لئے بتوں کی اجازت ہے بعد میں جب ذہنی پختگی تک پہنچ جائے گا تو بت پرستی ممنوع ہو جائے گی۔

ذوق حضور درجہاں رسم صنم گری نہاد
عشق فریب می دہد جان امیدوار را

(اسے اپنے سامنے لانے یا دیکھنے کی آرزو نے جہان میں بت گری کی رسم ڈالی ہے۔ عشق جان امیدوار کو ایسے ہی فریب دیتا ہے)

لیکن میں نے سوامی سے کہا: میں کبھی بھی اپنے بچے سے یہ نہیں کہوں گا کہ دادی اماں چکی پیستی ہے۔ کیوں؟ کیونکہ اسلام میں جھوٹ حرام ہے جب وہ مجھ سے بادلوں کی گھن گرج کی بابت پوچھے گا تو میں جھوٹ نہیں بولوں گا کیونکہ بعض مخصوص حالات اور شرائط کے علاوہ جھوٹ حرام ہے مثلاً کوئی آپ کو گن پوائنٹ پر رکھ لے اور جھوٹ سے جان بچتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ لیکن عام حالات میں جھوٹ کیوں بولا جائے کیونکہ جب میں اپنے بیٹے سے یہ کہوں کہ دادی اماں چکی پیستی ہیں تو وہ جب اسکول جائے گا اور ٹیچر یہ بتائے گی کہ آسمانی بجلی کے کڑکنے کی آواز ہوا کے انتہائی سرعت سے پھیلاؤ کے نتیجے میں ہے کیونکہ آسمانی بجلی سے ہوا کا درجہ حرارت یکدم انتہائی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ بچہ سوچے گا ٹیچر کو اصل بات کا پتہ ہی نہیں اور بعد میں جب اس پر حقیقت کھلے گی تو سوچے گا میرا باپ کتنا بڑا جھوٹا ہے دادی اماں سے کہاں چکی پسوا رہا تھا۔

لہٰذا ہم غلط یا جھوٹی بات کیوں بتائیں؟ اچھا عجیب بات ہے کہ اس قسم کا رویہ بہت سے لوگوں میں نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر بچے سے کھلونا یا کوئی اور ایسی چیز جو وہ اس سے لینا چاہ رہے ہوں، لے کر کھڑکی سے باہر پھینکنے کا اشارہ کر کے بچے سے کہتے ہیں: ''کوا لے کر گیا'' بعد میں بچہ سچ مچ کھلونا یا کوئی اور چیز کھڑکی سے باہر پھینک کر کہتا ہے: ''کوا لے کر گیا۔'' (یہ مثال وہ لوگ بہتر سمجھیں گے جو کسی بلند و بالا عمارت کی اوپر کی منزلوں میں رہتے ہوں) جب آپ ایسے بچے کے والدین سے پوچھیں کہ آپ کا بچہ چیزیں باہر کیوں پھینکتا ہے؟ تو کہتے ہیں: سارے ہی بچے پھینکتے ہیں جی! ہمارے بچے نے پھینک دی تو کون سی نئی بات ہو گئی؟

حالانکہ سب بچے نہیں پھینکتے۔ وہی بچے پھینکتے ہیں جن کے والدین نادانستگی میں (اپنے زعم میں شعور کی اعلیٰ منزل پر فائز ہو کر شعور کی ادنیٰ منزل والے کو بہلا رہے ہوتے

ہیں) بچوں کو یہ غلط عادت سکھا رہے ہوتے ہیں کہ کسی چیز کو کھڑکی سے باہر پھینکنے کا اشارہ کیا اور "کوالے کر گیا" کا جملہ صادر فرما دیا۔

الحمدللہ میرا بچہ کھلونے نہیں پھینکتا وہ نویں منزل پر رہتا ہے لیکن اس نے وہاں سے کبھی کھلونا نہیں پھینکا کیونکہ ہم نے اس کے ساتھ "کوالے کے گیا" والی مدبرانہ حکمت عملی کبھی بھی روا نہیں رکھی۔ لہٰذا آپ غلط بات سکھائیں گے تو وہ غلط بات ہی سیکھے گا۔

بہتر یہ ہے کہ صحیح جواب دیں سادہ ہو لیکن صحیح ہو ٹھیک ہے بچہ ہے لیکن چیزوں کو سادہ اور آسان مثالوں کے ساتھ سمجھایا جا سکتا ہے ہاں اگر آپ کو خود جواب نہیں آتا تو آپ میں اتنی جرأت ہونی چاہیے کہ آپ کہہ سکیں: میں نہیں جانتا۔ بجائے اس کے کہ دادی اماں کو زحمت دیں۔

لیکن آج کل کے اکثر بچے سادہ جواب پر قانع نہیں ہوتے اگر میں اپنے بچے سے کہوں کہ نہیں جانتا تو کہے گا: ابا آپ کو کیوں نہیں معلوم؟ لہٰذا ہمیں ہوم ورک کرنا ہوگا تاکہ اپنے بچے کی استعداد اور صلاحیتوں کی پرورش کر سکیں۔

بہت سے سوالوں کے جواب جہاں بچے کے علم میں اضافہ کر رہے ہوتے ہیں وہاں ہمارا سالہا سال کا اضطراب بھی رفع کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ اپنے بچے کی جھوٹ پر صحیح تربیت نہیں کر سکتے۔

کچھ اور پنڈت مجھے اسی موضوع کے متعلق یہ مثال دیتے ہیں: بھائی ذاکر آپ جانتے ہیں کہ وید اور اپنشد بت پرستی کے خلاف ہیں۔ لیکن ابتدائی سطح پر چونکہ ذہن بالغ نہیں ہوتا، بت پرستی روا ہے لیکن جب بچہ گریجویٹ (Graduate) ہو جائے تو بت پرستی درکار نہیں ہے۔ تو میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی بچہ پہلی کلاس میں جاتا ہے تو کسی بھی مضمون کی مبادیات مضبوط ہونی چاہئیں اگر مبادیات مضبوط ہیں تو مستقبل میں اس پر قائم ہونے والی عمارت بھی مضبوط ہوگی اگر بنیاد مضبوط نہیں ہے تو عمارت مضبوط نہیں ہو سکتی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

(اگر معمار پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھے گا تو یہ دیوار آسمان تک ٹیڑھی ہی جائے گی)

پس اگر استاد پہلی کلاس میں ریاضی پڑھاتے ہوئے سکھائے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو اب چاہے شاگرد مرحلے طے کرتے کرتے پی ایچ ڈی کیوں نہ کر لے پھر بھی دو اور دو ہمیشہ چار ہی رہیں گے وہ چاہے مثلث پیمائی (Trigonometry) الجبرا اور لوگارثم (Logarithm) بھی جانتا ہو لیکن ریاضی کا بنیادی مسئلہ دو اور دو چار ہی رہے گا۔

اگر استاد پہلی کلاس میں ہی غلط چیز سکھائے کہ دو اور دو پانچ یا چھ ہوتے ہیں تو جب بچہ اگلی کلاسوں میں جائیگا تو پھر کیا ہو گا؟ لہٰذا بنیاد ہمیشہ خالص اور مضبوط ہونی چاہیے نہ کہ ناقص اور کمزور۔ اور یہ ہندو دانشور اچھی طرح جانتے ہیں کہ ویدوں کی الہیاتی مبادیات میں سے ہے: ''خدا کا کوئی عکس نہیں۔'' آپ خدا کا کوئی مجسمہ نہیں بنا سکتے۔ یہ اساس ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں: جب آپ عام ہندوؤں کو غلط عمل کرتے دیکھتے ہیں تو آپ کو ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اگر آپ کا بیٹا کہے کہ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں تو کیا آپ چپ رہیں گے کہ پہلی کلاس میں ہے خیر ہے جب بالغ ہو گا تو بتا دوں گا؟ نہیں، آپ فوراً تصحیح کریں گے اور اس کے بالغ ہونے کی ساعتیں شمار کرنے کے بجائے اس کے سامنے دو اور دو کو باہم شمار کر کے جمعاً چار ہونے کو اس کے لئے واضح کر دیں گے۔

پس اگر آپ جانتے ہیں کہ بت پرستی ویدوں کے خلاف ہے تو آپ کا فریضہ ہے کہ لوگوں کو بتائیں کہ یہ عقیدے کی مبادیات ہیں اور آپ ابتدائی مراحل میں بھی بتوں کی وساطت کے بغیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کر سکتے ہیں۔

گاو را دارند باور در خدائی عامیاں
نوحؑ را باور ندارند از پے پیغمبری

(نوحؑ کو تو یہ لوگ نبی نہیں مانتے، لیکن گائے کو خدا مان لیتے ہیں)

سوال نمبر 12: جب سب لوگ ایک خدا کو مانتے ہیں تو پھر لوگ خدا اور مذہب کے نام پر کیوں لڑتے ہیں؟

جواب: میری دانست کے مطابق کوئی مذہب لوگوں کو بلا ضرورت لڑائی کا درس نہیں دیتا۔ کوئی بھی مذہب قرآن نہ وید نہ بائبل نہ کوئی اور، بلا وجہ اور بلا ضرورت ہرگز نہیں۔ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

من قتل نفساً بغير نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعًا ط ومن احیاها فکانّما احیا الناس جمیعًا

''جس نے کسی ایک کو قتل کیا جبکہ یہ قتل خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کے جرم میں نہ ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی ایک کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔''[1]

[سورۃ مائدہ آیت 32]

قرآن یہ نہیں کہہ رہا کہ اگر آپ کسی مسلم کو قتل کریں تو گویا قاتل انسانیت ہیں، بلکہ کسی بھی انسان کے قتل کی بات ہے۔ لہٰذا کوئی مذہب بلا ضرورت اور بلاوجہ لڑائی جھگڑے کا درس نہیں دیتا۔

فرض کریں لوگ آپ کے ساتھ ظلم و زیادتی کر رہے ہیں تو اکثر مذاہب یہ کہتے ہیں کہ آپ اس ظالم و جابر کو اپنی اوقات اور حیثیت میں پابند کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

قرآن مجید سورۃ انفال اور سورۃ توبہ میں یہی پیغام دیتا ہے کہ اگر لوگ آپ کو اپنے گھروں سے بے دخل کرنے لگیں یا آپ کو آپ کے عقیدے اور آپ کی زمین سے بے دخل کرنے لگیں۔ تو آپ اپنے دفاع اور سلامتی کی خاطر فتنہ وفساد کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔

ایسا ہی پیغام گیتا میں بھی درج ہے کہ کرشنا نے ارجن کو نصیحت کی کہ تم سچ کی خاطر لڑو خواہ مخالفین تمہارے اپنے ہی کیوں نہ ہوں، رکنا نہیں ہے اگر وہ غلط ہیں تو ان سے لڑو۔

قرآن ارشاد فرماتا ہے:

---

1. قتل ہابیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کی قدر و قیمت واضح کرنے کے لئے بنو اسرائیل پر یہ حکم نازل فرمایا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے ہاں انسانی خون کی کتنی اہمیت و تکریم ہے اور یہ اصول صرف بنی اسرائیل ہی کے لیے نہیں تھا، اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی یہ اصول ہمیشہ کے لیے ہے۔ سلیمان بن ربعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن (بصری) سے پوچھا یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے انہوں نے فرمایا: ''ہاں۔ قسم بخدا بنو اسرائیل کے خون باقی لوگوں کے خونوں سے زیادہ قابل احترام نہیں تھے۔'' (تفسیر ابن کثیر) یہ آیت انسانی وحدت کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے کہ ایک فرد کی حق تلفی گویا تمام انسانوں کی حق تلفی ہے اسی طرح ایک جان کو بچانا گویا تمام انسانی جانوں کو بچانے کے مترادف ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے بیان شدہ اس انسان ساز قانون کا ذکر بائبل میں نہیں ملتا البتہ قرآنی اعلان کی شہادت ''تلمود'' میں ملتی ہے۔

وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زھوقا

"اور کہہ دیجیے: حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل کو تو یقیناً مٹنا ہی تھا۔"1

[سورۃ بنی اسرائیل، آیت 81]

پس بنیادی طور پر کوئی مذہب لڑنے جھگڑنے کا درس نہیں دیتا مگر اپنے بچاؤ، دفاع اور امن وسلامتی کی خاطر اجازت دیتا ہے حتیٰ پولیس اپنے دفاع میں چور کو یا مجرم کو قتل کر سکتی ہے لیکن عام حالات میں نہیں۔

تاہم میں جانتا ہوں کہ لوگ پھر بھی لڑتے ہیں۔ کیوں؟ یہ ایک اہم سوال ہے اور اس کا جواب ہے اقتدار کا حصول، مادی اغراض ومقاصد، لذات دنیوی اور مال ودولت وغیرہ۔

عام بلوا تھا سبھی لوگ تھے شورش میں شریک

پس پردہ تھی سیاست کہیں سازش میں شریک

سیاستدان ووٹوں کی خاطر ہم میں، عوام میں اختلافات کو ہوا دیتے ہیں ہم منتشر ہو کر ہندو مسلم ووٹ میں بٹ جاتے ہیں اگر تعمیرات کرنے والے کو زمین چاہیے اور وہ زمین پر قبضہ نہ کر سکتا ہو کہ وہاں ہزاروں جھونپڑیاں ہیں تو وہ کیا کرتا ہے؟ مذہب کے نام پر فسادات کروا دے گا اور اس طرح جھونپڑیاں جل جائیں گی اور عظیم الشان عمارت یا پلازہ تعمیر ہو جائے گا۔

پس یہ مفاد پرست لوگ ہیں جو اقتدار، مال یا کسی اور مادی غرض کی خاطر نفرت اور فتنے کا بیج بوتے ہیں ورنہ عام ہندو عام مسلمان اور عام عیسائی ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔ ہم مسلم غیر مسلموں سے پیار کرتے ہیں۔

بمبئی میں تقسیم کے دوران ایسا دنگا فساد نہیں ہوا تھا جیسا چند سال پہلے ہوا ہے۔ سیاستدان اپنی سیاست چمکانے کے لئے نفرت کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ بصورت دیگر کوئی مذہب ایک دوسرے سے لڑنے کی بات نہیں کرتا ہم جانتے ہیں کہ ہم میں مشترکات ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم میں اختلافات بھی ہیں لیکن سیاستدان سب کے سامنے تو کہتے ہیں: رام بھی خدا اور اللہ بھی خدا لیکن در پردہ نفرت اور تعصب سے سروکار رکھتے ہیں۔

اسلام منافقت پر یقین نہیں رکھتا فرض کریں کہ یہاں دو لوگ ہیں ایک کہہ رہا ہے:

---

1. یہ اعلان مکی زندگی کے مظالم کے سائے میں ہو رہا ہے جب ان مظالم سے تنگ آ کر کچھ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور بظاہر کامیابی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اسی مکہ میں حضورؐ بتوں پر ضرب لگا رہے تھے اور اسی آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔

دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ دوسرا کہہ رہا ہے: دو اور دو پانچ ہوتے ہیں۔ تو ایسا آدمی ہرگز اچھا نہیں ہے جو یہ کہے: دو اور دو چار بھی ہوتے ہیں اور دو اور دو پانچ بھی ہوتے ہیں۔ اور پھر کہے کہ ہم محب وطن ہیں اور سیکولر ہیں۔ ارے بھئی منافق ہیں آپ۔ ہم میں یہ جرأت ہونی چاہیے کہ ہم بتائیں: دو اور دو چار والا صحیح ہے اور دو اور دو پانچ والا غلط ہے لیکن ہم لڑیں گے نہیں۔ میں آپ کو سچ بتاؤں گا لیکن لڑوں گا نہیں۔

قرآن بالکل ایسا ہی درس دیتا ہے:

قل یایھا الکفرون ٥ لااعبد ماتعبدون ٥ ولا انتم عبدون ما اعبد ٥ ولا انا عابد ما عبدتم ٥ ولا انتم عبدون ما اعبد٥ لکم دینکم ولی دین٥

"کہہ دیجیے! اے کافرو! میں انہیں نہیں پوجتا جنہیں تم پوجتے ہو اور نہ ہی تم اس کی بندگی کرتے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں اور نہ ہی میں ان کی پرستش کرنے والا ہوں جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ ہی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔"[1]

[سورۃ کافرون، آیات 6-1]

---

1. الکفرون میں الف لام جنس کے لئے ہے لیکن یہاں بطور خاص صرف ان کافروں سے خطاب ہے جن کی بابت معلوم تھا کہ ان کا خاتمہ کفر و شرک پر ہوگا کیونکہ اس سورت کے نزول کے بعد کئی مشرک مسلمان ہوئے اور انہوں نے اللہ کی عبادت کی۔ (فتح القدیر) البتہ ان آیات، کو اور دوسری آیات کی طرح صرف اپنے شان نزول تک محدود رکھنا اور خطاب کو صرف انہی کفار خاتمہ بالشر تک محدود رکھنا موجہ نہیں ہے۔

2. اس کے شان نزول میں بتایا گیا ہے کہ انصار کے کچھ نوجوان یہودی، عیسائی ہو گئے تھے پھر جب یہ انصار مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اپنی جوان اولاد کو بھی جو یہودی یا عیسائی بن چکے تھے، زبردستی مسلمان بنانا چاہا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ شان نزول کے اس اعتبار سے بعض مفسرین نے اسے اہل کتاب کے لئے خاص مانا ہے یعنی مسلمان مملکت میں رہنے والے اہل کتاب، اگر وہ جزیہ ادا کرتے ہوں تو انہیں قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ (ii) دین کے معاملات میں جبر نہیں ہے کیونکہ دین اسلام، دین عقل و منطق ہے اور عقل وضمیر اس کے مخاطب ہیں اور یہ طاقت کی زبان نہیں سمجھتے اسی لئے قرآن فرماتا ہے: "ہدایت اور ضلالت میں امتیاز ہو چکا۔" اس کے بعد رد و قبول میں انسان آزاد ہے۔ اسلام نے ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا جو اس آزادی کو سلب کرنے کے لئے طاقت استعمال کرتے تھے۔ لہٰذا اسلامی جہاد سلب آزادی کے لئے نہیں تھا جیسا کہ دشمنان اسلام نے مشہور کر رکھا ہے بلکہ آزادی سلب کرنے والوں کے خلاف تھا چنانچہ چشم جہاں نے دیکھ لیا کہ اس آزادی کے حصول کے بعد اسلام نے ہر قسم کے مذاہب و ادیان کو برداشت کیا اور مکمل آزادی دی، حتیٰ کہ نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبویؐ میں مراسم عبادت ادا کرنے کی خود رسول خداؐ نے اجازت دی۔

آپ کے لیے آپ کا مذہب ہے میرے لئے میرا۔ لیکن میں آپ کو سچ بتاؤں گا کہ بت پرستی نہ کرو۔ خدا کا غلط تصور مت اپناؤ۔ لیکن آپ کو اپنانے کا اختیار حاصل ہے۔ آپ کیلئے آپ کا دین میرے لئے میرا۔ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

لا اکراہ فی الدین ج قد تبیّن الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ ج لا انفصام لھا ط واللہ سمیع علیمO اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور ط والذین کفرو اولیاء ھم الطاغوت یخرجونھم من النور الیٰ الظلمٰات ط اُولٰئک اصحٰب النار ج ھم فیھا خالدونO

''دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت اور ضلالت میں فرق نمایاں ہو چکا ہے پس جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تحقیق اس نے نہ ٹوٹنے والا مضبوط سہارا تھام لیا اور اللہ سب کچھ خوب سننے والا اور جاننے والا ہےO اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے اور کفر اختیار کرنے والوں کے سرپرست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے تاریکی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی جہنم والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

[سورۃ بقرہ آیات 257-256]

سوال نمبر 13: اگر ایک مسلم جسے ایک ہندو کی عطیہ کی ہوئی آنکھیں ایک عیسائی کا عطیہ کردہ گردہ اور ایک پارسی کا دیا ہوا دل لگا ہو، کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے؟

جواب: سوال کیا گیا ہے کہ اگر ایک انسان کی آنکھیں کسی ہندو کی ہوں، گردہ عیسائی کا ہو اور دل کسی پارسی کا، یعنی آنکھ کسی مذہب سے ہو، گردہ کسی مذہب سے اور دل کسی اور مذہب سے۔ تو کیا ایسا انسان مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ اس کا اسلام کے مطابق جواب یہ ہے کہ ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے ہر دل، ہر آنکھ اور ہر گردہ مسلمان ہے۔ مسلم کا مطلب کیا ہے؟ وہ جو اپنی مرضی اور اپنا ارادہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو سونپ دے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ ہر دل حکم خدا کے مطابق دھڑک رہا ہے اور خون پمپ کر رہا ہے میں اس دل کی بات کر رہا ہوں جو ایک عضو ہے یہ دل عیسائی کے سینے میں بھی خون پمپ کرتا ہے ایک ہندو کے سینے میں بھی اور ایک مسلمان کے سینے میں بھی۔ یہ دل مسلم ہے۔ میں اس دل کی بات کر رہا ہوں جو بدن کا ایک عضو ہے۔

اسی طرح آنکھ بھی مسلم ہے انسان ہے جو غلط دیکھتا ہے پس گنہگار انسان ہے آنکھ نہیں وہ تو دیکھتی ہے کہ دیکھنا اس کا کام ہے خدائی فریضہ ہے اسی طرح گردہ بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا مقرر کردہ فریضہ انجام دیتا ہے جو کہ تصفیہ ہے پس یہ مسلم ہے۔ لہٰذا دل چاہے ہندو کا ہو

یا عیسائی کا مسلم ہے اسی طرح آنکھ اور گردہ بھی چاہے کسی کے ہوں مسلم ہیں۔
بنابرایں ایسے شخص کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ویسے ہی آزادی ہے جیسے کسی اور کو ہو سکتی ہے۔ حتیٰ اگر وہ غیر مسلم ہو اور مسجد میں آنا چاہے تو

چشم ماروشن دل ماشاد

صد ہزار خوش آمدید۔ ہمارے محبوب پیغمبر تصور خدا کے بارے میں گفتگو فرمارہے تھے کہ سورۃ اخلاص کا نزول ہوا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ مسجد میں عیسائیوں کے ساتھ تصورِ خدا کی بابت گفتگو فرمارہے تھے کہ دورانِ گفتگو پوچھا گیا: خدا کون ہے؟
اب کیا کہا جاتا کہ قرآن کہتا ہے کہ تمام درخت قلم اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی اوصاف خداوندی حیطۂ شمار میں نہیں آسکتے۔

ہو بہو دیدار دلبر حد امکاں میں نہیں
ہے جمال یار میری دید سے باہر بہت

رحمٰن، رحیم، کریم...... آخر کون سی صفت بیان ہو اور کون سی نہیں کہ سرور کائنات کی زبان اطہر سے وحی خداوندی بیان ہونا شروع ہوئی:

قل ہو اللہ احد ٥ اللہ الصمد ٥ لم یلد ولم یولد ٥ ولم یکن لہ کفواً احد ٥
”کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ قائم بالذات، بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔“

[سورہ اخلاص، 4-1]

سوال 14 : آپ نے اپنی گفتگو میں کہا ہے کہ ہندو کہتے ہیں: سورج، چاند، سانپ اور بندر وغیرہ خدا ہیں۔ درحقیقت ایسا نہیں ہے ہم ہندو مذکورہ بالا اشیاء کو خدا نہیں کہتے بلکہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا ہر جگہ ہے، ہر ایک چیز میں ہے، خدا آگ پانی میں ہے کیا اسلام بھی یہی کہتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: کہا گیا ہے کہ چاند، سورج وغیرہ خدا نہیں ہیں بلکہ خدا ہر جگہ ہے۔ چونکہ خدا ہر جگہ ہے پس ہم اسے پوچھتے ہیں اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ جس طرف بھی رخ کرو خدا ہی کو پاؤ گے۔ خدا ہر جگہ ہے لیکن اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا خدا ہر جگہ جسمانی طور پر وجود ہے؟ کیا خدا جسمانی ہے؟ جب قرآن یہ کہتا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود

ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ جسم ہے؟ اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ جسم ہے تو پھر وہ آپ کی رسائی اور دسترس میں ہونا چاہیے۔

لیکن ہم اللہ سبحانہ کو جسمانی طور پر ہر جگہ حاضر نہیں مانتے بلکہ خدا اپنے علم کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے۔ قرآن مجید ہمیں یہ الٰہی منطق فراہم کرتا ہے:

لیس کمثلہ شیئ
''اس جیسی کوئی چیز نہیں''

[سورۃ شوریٰ، آیت 11]

پس اگر آپ خدا کو جسمانی سمجھتے ہیں تو پھر یہی وجہ ہے کہ آپ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور میں آپ سے یہ پوچھوں گا کہ جب آپ سورج کی پرستش کرتے ہیں تو کیا اس وقت خدا اور کہیں نہیں ہوتا؟ ہم آپ کی بات مان کر بات کر رہے ہیں کہ خدا ہر چیز میں ہے تو ساری کائنات چھوڑ کر صرف ایک سورج ایک چھوٹی سی چیز کی عبادت کیوں کر رہے ہیں گویا آپ بالواسطہ طور پر یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا بہت چھوٹا سا ہے جو درخت میں سما گیا ہے، صرف سانپ میں سمٹ گیا ہے۔ لہٰذا اگر آپ عبادت کرتے ہیں تو سچے خدا کی عبادت کریں جو کہ ہر جگہ اپنی قدرت اور اپنے علم کے لحاظ سے موجود ہے نہ کہ جسمانی طور پر۔

سوال 15: میرا سوال خدا کی صورت کے بارے میں ہے قرآن میں سورۃ زمر آیت 67 میں ارشادِ قدرت ہے: ''اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس شرک سے جو یہ کرتے ہیں۔''[1]

---

1. (i) حدیث میں آتا ہے کہ ایک یہودی عالم نبی کی خدمت میں آیا اور کہا کہ ہم اللہ کی بابت (کتابوں میں) یہ بات پاتے ہیں کہ وہ (قیامت والے دن) آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں۔'' آپ نے مسکرا کر اس کی تصدیق فرمائی اور آیت وماقدروا اللہ کی تلاوت فرمائی (صحیح بخاری تفسیر سورۃ زمر)۔ محدثین اور سلف کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی جن صفات کا ذکر قرآن اور احادیث صحیحہ میں ہے، (جس طرح اس آیت میں ہاتھ کا اور حدیث میں انگلیوں کا اثبات ہے) پر بلا کیف وتشبیہ اور بغیر تاویل وتحریف کے ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے یہاں بیان کردہ حقیقت کو مجرد غلبہ وقوت کے مفہوم میں لینا صحیح نہیں ہے۔ (ii) اللہ سبحانہ جسم و جسمانیات سے منزہ ہے اور مراد دست قدرت ہے نہ کہ گوشت پوست کے ہاتھ۔

اور اس کی تائید صحیح بخاری کی چھٹی جلد کی تین سو چھتیسویں حدیث بھی کرتی ہے کیا ہم خدا کی صورت کا تصور کر سکتے ہیں؟

جواب: آپ نے صحیح کہا ہے کہ سورہ زمر میں آیا ہے ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے اور اس کے علاوہ بھی متعدد آیات اس قسم کے مفہوم کی حامل ہیں۔

لیکن آپ نے میری گفتگو میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ میں نے کہا ہے: قرآن مجید میں اس بارے میں کلیدی سخن سورۃ شوریٰ میں آیا ہے:

لیس کمثلہٖ شیءٌ
''اس جیسی کوئی شے نہیں۔''

[سورۃ شوریٰ، آیت 11]

پس قرآن کہہ رہا ہے کہ اللہ کے ہاتھ ہیں دیکھیں جب قرآن کہتا ہے کہ اللہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے تو کیا ہماری طرح آنکھوں اور کانوں سے سنتا ہے؟

وہ سنتا ہے اور بے شک سنتا ہے لیکن کیسے سنتا ہے اللہ اعلم، خدا خود ہی جانتا ہے۔ جی ہاں اس کے ہاتھ میں لیکن ہماری اور آپ کی طرح پانچ انگلیوں اور ناخنوں والے نہیں اس کے ہاتھ ہیں اور بے شک ہیں لیکن کیسے ہیں؟ ''ولم یکن لہ کفوا احد'' کوئی بھی اس جیسا نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ میں اٹھائے گا تو وہ دائیں ہاتھ میں اٹھائے گا کیسے اٹھائے گا پانچ انگلیوں سے یا چھ انگلیوں سے؟ میں نہیں جانتا۔ روزِ قیامت ان شاء اللہ میں اور آپ مشاہدہ کرلیں گے۔

سوال نمبر 16: مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ نور ہے ہم اس کو کسی صورت اور صنف سے متصف نہیں ٹھہرا سکتے تو پھر ہم اپنی گفتگو میں اور قرآن اپنی آیات میں اسے ھُوَ (He) سے کیوں پکارتا ہے؟

جواب: اس سوال نے مجھے سالہا مشکل میں ڈالے رکھا ہے اور اس کا قانع کنندہ جواب نہ ملنے کی صورت میں میں نے خود تحقیق کی اور ماہرین سے تصدیق کرائی۔

جب ہم عربی گرائمر پڑھتے ہیں تو ہمیں عربی گرائمر میں صرف دو اصناف ملتی ہیں۔ (1) مذکر۔ اور (2) مونث۔ جبکہ انگریزی میں تین اصناف ہیں۔ (1) مذکر، (2) مونث اور (3) مشترک یا بے جنس (Neuter) پس اگر ہم "ھو" کا انگریزی ترجمہ کریں تو He یا it کے ساتھ ترجمہ کریں گے اور اسی طرح "ھی" کو She یا it کے ساتھ ترجمہ کریں گے کیونکہ عربی میں دو اصناف ہیں اور انگریزی میں تین۔ پس جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر صنف سے ماورا ہے تو پھر اس کے لئے He کا استعمال کیوں؟ یا کچھ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ھو کا مطلب ہے Hw اور It اور ھی کا مطلب بھی ہے She اور it، دونوں کا مطلب ہے it تو قرآن نے ھی کیوں نہیں استعمال کیا اور صرف ھو پر اکتفا کیوں کیا ہے؟

جب میں نے عربی گرائمر پڑھی تو میں نے جانا کہ عربی زبان میں کسی لفظ کے مونث استعمال کے لئے کچھ خاص اصول اور قواعد ہیں[1]۔ پہلا قاعدہ ہے کہ وہ مادہ ہو جیسے اُم (ماں) تو وہ مونث ہے۔ دوسرا قاعدہ ہے کہ تا پر ختم ہوتا ہو جیسے مروحۃ (پنکھا) تو مونث ہوگا یہ دونوں علامتیں "اللہ" میں نہیں ہیں یعنی اللہ نہ مادہ ہے کہ مونث ہو نہ "تا" پر ختم ہو رہا ہے کہ مونث ہو۔ تیسرا قاعدہ ہے کہ بڑے الف پر ختم ہو۔ اللہ بڑے الف پر ختم نہیں ہو رہا لہٰذا مونث نہیں ہے۔

ایک اور قاعدہ ہے جفت ہونا جیسے عین (آنکھ) اور ید (ہاتھ) اللہ تو احد ہے ایک اور اکیلا، جوڑا نہیں کہ مونث ہو۔

---

1. مذکر علامت تذکیر سے بے نیاز ہے اور مونث کی دو قسمیں ہیں (1) مونث لفظی۔ (2) مونث معنوی۔
(1) مونث لفظی: وہ اسم جس کے آخر میں درج ذیل علامات تانیث میں سے کوئی ایک ہو۔ (i) تاء جیسے ظلمۃ، نعمۃ، قدرۃ وغیرہ۔ (ii) الف مقصورہ جیسے عظمیٰ، کبریٰ، بشریٰ وغیرہ۔ (iii) الف ممدودہ جیسے حمراء، زرقاء، بیضاء، وغیرہ
(2) مونث معنوی: وہ اسم جس کو اہل زبان نے مونث مانا ہو اور اس میں کوئی علامت تانیث نہ ہو اس کی چار قسمیں ہیں۔
(i) عورتوں کے نام جیسے مریم، زینب وغیرہ۔ (ii) وہ اسماء جو عورتوں ہی کے لئے مخصوص ہیں جیسے ام وغیرہ۔
(iii) شہروں اور قبیلوں کے نام جیسے مصر، قریش وغیرہ۔ (iv) ان اعضائے جسمانی کے نام جو دو دو ہوں جیسے عین، اذن وغیرہ لیکن یہ آخری قسم کا حکم اکثری ہے نہ کلی کیونکہ مرفق، حاجب اور خد وغیرہ مونث نہیں ہیں۔

پس اللہ تانیث ناپذیر ہونے کی وجہ سے بھی (She, It) کے ساتھ نہیں بولا جا سکتا جب ھِیَ کے ساتھ نہیں بولا جا سکتا تو اللہ سبحانہ نے ھُوَ (He, It) کا استعمال کیا اور قل ھو اللہ احد کہا۔ ولا اللہ سبحانہ وتعالیٰ صنف سے ماورا ہے۔

سوال نمبر 17: آپ نے اپنی گفتگو میں کہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کہیں خدائی کا دعویٰ نہیں کیا لیکن میں نے ایک کتابچہ پڑھا ہے جو عیسائیت کی تبلیغ پر مبنی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ذریعے تمام دکھ درد دور ہوتے ہیں اور حوالہ دیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں:

''کیونکہ میں خداوند تجھے صحت دینے والا ہوں۔''

[کتاب خروج باب 15، آیت 26]

اور مزید فرماتے ہیں:

''اور اس کے بیٹے یسوعؑ کا خون ہم کو ہر گناہ سے پاک کرتا ہے۔''

[انجیل خطوط عام 1۔ از یوحنا باب 1، آیت 7]

میری تاکید اس پہلے حوالے پر ہے کہ جہاں وہ کہتے ہیں کہ میں مالک ہوں جو تمہیں شفاء دیتا ہوں کیا یہ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے ادعا کا منہ بولتا ثبوت نہیں ہے۔

جواب: بھائی نے کتاب خروج سے حوالہ دیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں شفاء دیتا ہوں بھائی کتاب خروج عہد نامۂ عتیق کا حصہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کبھی بھی عہد نامۂ عتیق میں نہیں کہہ سکتے۔ میں نے اپنی گفتگوؤں میں جو بات کی ہے وہ یہ ہے: ''حضرت عیسیٰؑ نے پوری بائبل میں کہیں بھی صاف لفظوں میں نہیں کہا کہ میں خدا ہوں اور میری عبادت کرو یہ میرے ہاتھ میں انجیل ہے یہ میں نے مسیحیوں سے لی ہے اسے پڑھیئے اس میں کہیں بھی آپ کو حضرت عیسیٰؑ کی زبانی خدائی کا واضح اعلان یا دعویٰ نہیں ملے گا جو ملے گا وہ حضرت عیسیٰؑ کا نہیں کسی اور کا بیان ہوگا۔

حتیٰ اگر میں آپ کی بات مان بھی لوں کہ حضرت عیسیٰؑ نے کہا ہے کہ میں شفاء دیتا ہوں اور ہمارا ایمان ہے اور قرآن نے بھی فرمایا ہے اور میں اپنی گفتگوؤں میں کہہ چکا ہوں کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے مردوں کو خدا کے اذن سے زندہ کیا ہے وہ نابیناؤں اور کوڑھیوں کو خدا کے اذن سے شفایاب فرماتے تھے اور یہی بات انجیل بھی کہتی ہے:

''میں خدا کی روح سے بدروحوں کو نکالتا ہوں۔''

[انجیل مقدس متی باب 12، آیت 28]

''میں خدا کی قدرت سے بدروحوں کو نکالتا ہوں۔'' [انجیل مقدس لوقا باب 11، آیت 20]
وہ جو کچھ بھی کرتے تھے آسمانی باپ کی مدد سے کرتے تھے ہمیں اس سے اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے معجزے انجام دیے ہیں لیکن کتاب خروج میں لکھا ہے اس سے ہمیں اختلاف ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ نہیں ہیں اور بالفرض مان بھی لیں تو حضرت عیسیٰؑ نے انجیل میں خود کہا ہوا ہے کہ یہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی اور مدد سے ہوتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ خود فرماتے ہیں:

''کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی برپا ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام پیش کریں گے کہ اگر ہوسکتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کردیتے۔''
[انجیل مقدس متی باب 24، آیت 24]

اور ایک اور جگہ فرماتے ہیں:
''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا اصطباغی سے بڑا کوئی ظاہر نہیں ہوا۔'' [انجیل مقدس، متی باب 11، آیت 11]
اس کا مطلب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ سے بھی عظیم ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ بھی ماں سے پیدا ہوئے ہیں حضرت مریمؑ عورت تھیں اور وہ تمام ماؤں کے پیدا کئے ہوؤں سے عظیم ہے حالانکہ یوحنا اصطباغی نے ایک بھی معجزہ انجام نہیں دیا۔ لہٰذا معجزہ خدا ہونے کا معیار نہیں۔

آج اسلوب محبت میں اکیلے نہیں ہم
شہر کا شہر ہے اس طرزِ نگارش میں شریک

ترجمہ اور حواشی کے لیے جن کتب سے استفادہ کیا گیا

القرآن الکریم	ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی (شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس)
القرآن الکریم	ترجمہ: مولانا شیخ محسن علی نجفی
صحیح بخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری
صحیح ترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ
نہج البلاغۃ	مؤلف سید رضی
تفسیر ابن کثیر	ابن کثیر
تفسیر مجمع البیان	مرحوم طبرسی
تفسیر فتح القدیر	علامہ شوکانی
ترجمان القرآن	مولانا ابوالکلام
محاضرات فی النصرانیہ	محمد ابوزہرہ
مفردات راغب	راغب اصفہانی
المنجد	لویس معلوف
قومی انگریزی اردو لغت	جمیل جالبی
فرہنگ عمید	حسن عمید
فرہنگ فارسی	دکتر محمد معین
ہندی اردو لغت	راجہ راجیسور راؤ
انکارٹا ڈکشنری	
چارلس ڈارون	پروفیسر ڈھانہ
خردنامہ جلالپوری	علی عباس جلالپوری
انسائیکلوپیڈیا انکارٹا	
انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا	

ڈاکٹر ذاکر نائیک کا اجمالی تعارف

ڈاکٹر ذاکر نائیک 18 اکتوبر 1965ء کو ممبئی میں پیدا ہوئے۔

سینٹ پیٹرز ہائی اسکول، کشن چند چیلا رام کالج (ممبئی) اور ٹوپی والا نیشنل میڈیکل کالج سے حصولِ علم کے بعد یونیورسٹی آف ممبئی سے ایم بی بی ایس کی سند حاصل کی۔

IRF کے صدر، آئی آر ایف ایجوکیشنل ٹرسٹ (ممبئی) کے چیئر مین اور اسلامک ڈائی مینشنز (ممبئی) کے صدر ہیں۔

گذشتہ دہائی میں وہ بھارت، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت، قطر، بحرین، ملائیشیا، ہانگ کانگ، جنوبی افریقہ، ماریشس، آسٹریلیا، سنگاپور، تھائی لینڈ، گائیانا اور دیگر ممالک میں سینکڑوں لیکچرز دے چکے ہیں۔

ان کی خدمات کے عوض شیخ احمد دیدات نے 1994ء میں انہیں ''دیدات پلس'' (Deedat Plus) قرار دیا۔

Peace ٹی وی سمیت 100 سے زائد ممالک میں کئی عالمی ٹی وی چینلوں پر ان کے ایمان افروز دروس باقاعدگی سے نشر کیے جاتے ہیں۔

ISBN 969-8951-33-7

9789698951337

میٹرکس

Mob: 0300 521 1201